شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

منہاج القرآن پبلیکیشنز

دورِ حاضر کے عظیم اِسلامی مفکر، مفسر، معلم، مصلح اور نابغۂ عصر شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری پاکستان کے شہر جھنگ میں 1951ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔ اے اور قانون کے اِمتحانات اعلیٰ ترین اِعزازات کے ساتھ پاس کیے۔ 1986ء میں پنجاب یونیورسٹی نے آپ کو **Punishments in Islam, their Classification and Philosophy** کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری تفویض کی۔

آپ نے عالمِ اِسلام کی عظیم المرتبت روحانی شخصیت قدوۃُ الاولیاء سیدنا طاہر علاؤالدین القادری الگیلانی البغدادی رَحمۃُ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور اُن سے طریقت وتصوف کی تربیت اور روحانی فیضان حاصل کیا۔ آپ کے اساتذہ میں آپ کے والد ماجد ڈاکٹر فرید الدین قادریؒ کے علاوہ مولانا عبد الرشید رضویؒ، مولانا ضیاء الدین مدنیؒ، مولانا احمد سعید کاظمیؒ اور ڈاکٹر برہان احمد فاروقیؒ جیسے عظیم المرتبت علماء شامل ہیں۔ آپ پنجاب یونیورسٹی لاء کالج میں قانون کے اُستاد رہے۔ آپ نے پاکستان میں اور بیرونِ ملک خصوصاً یورپی ممالک میں اِسلام کے مذہبی و سیاسی، روحانی واَخلاقی، قانونی وتاریخی، معاشی واِقتصادی، معاشرتی و سماجی اور ثقافتی پہلوؤں کو محیط مختلف النوع موضوعات پر ہزاروں لیکچرز دیے۔ دنیا کی مختلف یونیورسٹیوں میں وقتاً فوقتاً مختلف علمی وفکری اور عصری موضوعات پر آپ نے فکر اَفروز لیکچرز دیے ہیں؛ اور آپ کے لیکچرز عالمِ عرب اور مغربی دنیا کے مختلف ٹی وی چینلز پر بھی نشر کیے جاتے ہیں۔ آپ کی اب تک 275 سے زائد اُردو، انگریزی اور عربی تصانیف شائع ہو چکی ہیں۔ اِن میں سے متعدد تصانیف کا دنیا کی دیگر زبانوں میں ترجمہ ہوا ہے۔ مختلف موضوعات پر آپ کی آٹھ سو سے زائد کتابوں کے مسودات طباعت کے مختلف مراحل میں ہیں۔

آپ نے دورِ حاضر کے چیلنجوں کے پیشِ نظر اپنے علمی وتجدیدی کام کی بنیاد عصری ضروریات کے گہرے اور حقیقت پسندانہ تجزیاتی مطالعے پر رکھی، جس نے کئی قابلِ تقلید نظائر قائم کیں۔

اِسلام
میں
خواتین کے حقوق

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

تحقیق و تدوین:

ڈاکٹر طاہر حمید تنولی

منہاجُ القرآن پبلیکیشنز

365-ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 5168514، 3-5169111

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور، فون: 7237695

www.Minhaj.org - www.Minhaj.biz

نام کتاب	:	اِسلام میں خواتین کے حقوق
تصنیف	:	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
تحقیق و تدوین	:	ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، محمد فاروق رانا
معاونِ تخریج	:	محمد ضیاء الحق رازی
زیرِ اہتمام	:	فریدِ ملّت ریسرچ اِنسٹی ٹیوٹ Research.com.pk
مطبع	:	منہاج القرآن پرنٹرز، لاہور
اِشاعتِ اوّل	:	ستمبر 2006ء (1,100)
اِشاعتِ دوم		دسمبر 2006ء
تعداد	:	2,200
قیمت اِمپورٹڈ کاغذ	:	-/110 روپے

✿ ✿ ✿

sales@minhaj.biz
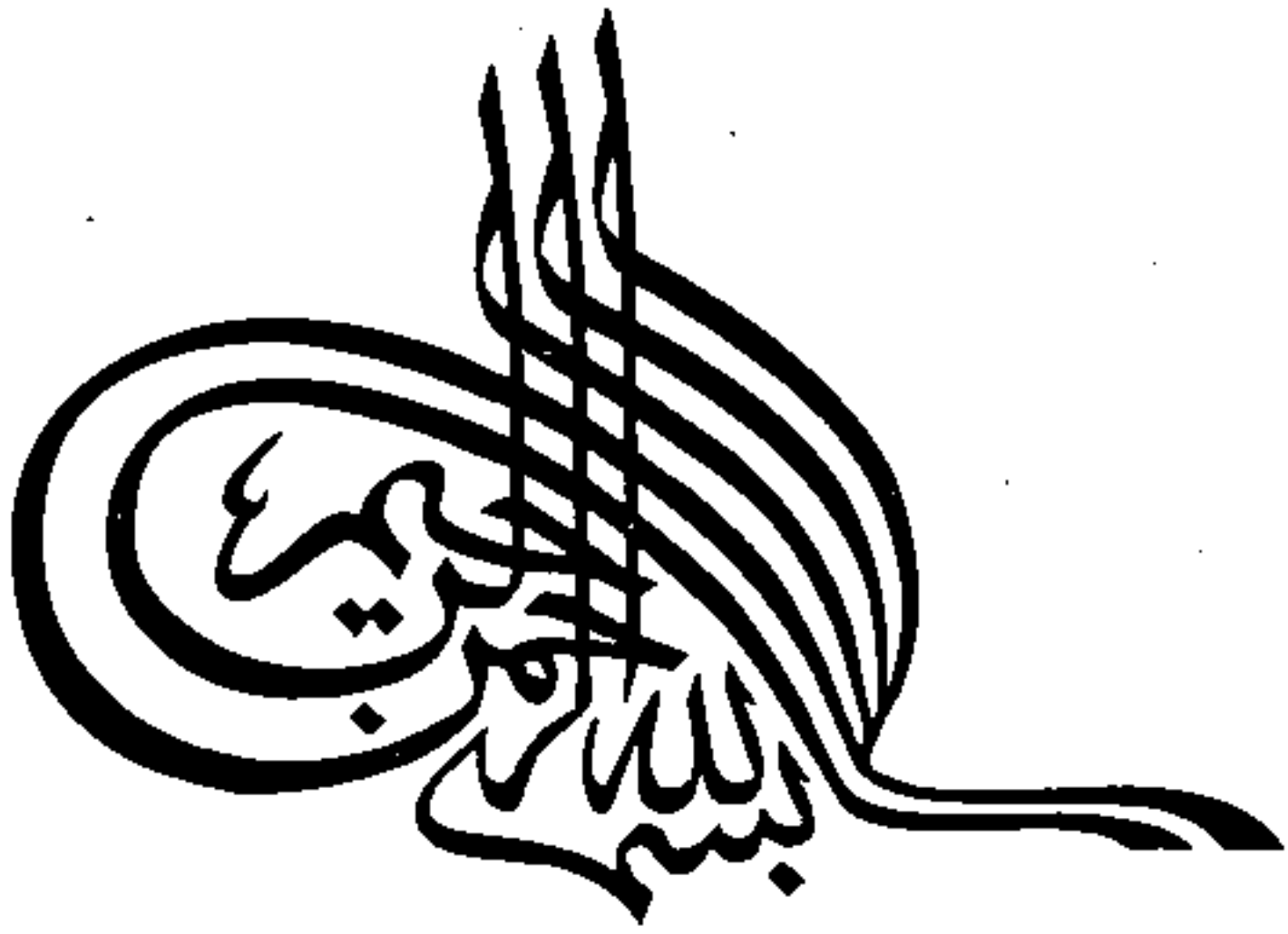
مَولَایَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ
مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّ مِنْ عَجَمِ

﴿صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ﴾

حکومتِ پنجاب کے نوٹیفکیشن نمبر ایس او (پی۔۱) ۴-۱/ ۸۰ پی آئی وی، مورّخہ ۳۱ جولائی ۱۹۸۴ء؛ حکومتِ بلوچستان کی چٹھی نمبر ۸۷-۴-۲۰ جنرل و ایم ۴/ ۹۷۰-۳-۷، مورّخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۷ء؛ حکومتِ شمال مغربی سرحدی صوبہ کی چٹھی نمبر ۲۴۴۱۱-۶۷ این۔۱/ اے ڈی (لائبریری)، مورّخہ ۲۰ اگست ۱۹۸۶ء؛ اور حکومتِ آزاد ریاست جموں و کشمیر کی چٹھی نمبر س ت/ اِنتظامیہ ۶۳-۸۰۶۱/ ۹۲، مورّخہ ۲ جون ۱۹۹۲ء کے تحت ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصنیف کردہ کتب تمام سکولز اور کالجز کی لائبریریوں کے لئے منظور شدہ ہیں۔

فہرس

مشتملات	صفحہ

پیش لفظ

اِسلام اِنسانیت کے لیے تکریم، وقار اور حقوق کے تحفظ کا پیغام لے کر آیا۔ اِسلام سے قبل معاشرے کا ہر کمزور طبقہ طاقت ور کے زیر نگیں تھا۔ تاہم معاشرے میں خواتین کی حالت سب سے زیادہ ناگفتہ بہ تھی۔ تاریخِ اِنسانی میں عورت اور تکریم دو مختلف حقیقتیں رہی ہیں۔ قدیم یونی فکر سے حالیہ مغربی فکر تک یہ تسلسل قائم نظر آتا ہے۔ یونانی روایات کے مطابق پینڈورا (Pandora) ایک عورت تھی جس نے ممنوعہ صندوق کو کھول کر اِنسانیت کو طاعون اور غم کا شکار کر دیا۔ اِبتدائی رومی قانون میں بھی عورت کو مرد سے کمتر قرار دیا گیا تھا۔ ابتدائی عیسائی روایت بھی اسی طرح کے افکار کی حامل تھی۔ سینٹ جیروم (St. Jerome) نے کہا:

> "Woman is the gate of the devil, the path of wickedness, the sting of the serpent, in a word a perilous object."

مغرب میں عورت کو اپنے حقوق کے حصول کے لیے ایک طویل اور جاں گسل جد و جہد سے گزرنا پڑا۔ نوعی امتیاز کے خلاف عورت کے احتجاج کا اندازہ حقوقِ نسواں کے لیے جد و جہد کرنے والی خواتین کی طرف سے عورت کے لیے womyn کی اصطلاح کے استعمال سے ہوتا ہے جو انہوں نے نوعی امتیاز (Gender Discrimination) سے عورت کو آزاد کرنے کے لیے کیا۔ مختلف اَدوار میں حقوقِ نسواں کے لیے جد و جہد کرنے والی خواتین میں Susan B. Anthony (1820-1906) کا نام نمایاں ہے جس نے National Woman's Suffrage Association قائم کی۔ اور اسے 1872ء میں صرف اس جرم کی پاداش میں کہ اس نے صدارتی انتخاب میں ووٹ کا

حق استعمال کرنے کی کوشش کی، جیل جانا پڑا۔ صدیوں کی جد و جہد کے بعد 1961ء میں صدر John Kennedy نے خواتین کے حقوق کے لیے کمیشن قائم کیا جس کی سفارشات پر پہلی مرتبہ خواتین کے لیے fair hiring paid maternity leave practices اور affordable child care کی منظوری دی گئی۔ سیاسی میدان میں بھی خواتین کی کامیابی طویل جد و جہد کے بعد ممکن ہوئی۔ Jeanette Rankin of Montana پہلی مرتبہ 1917ء میں امریکی ایوان نمائندگان کی رکن منتخب ہو سکی۔

جب کہ اسلام کی حقوقِ نسواں کی تاریخ درخشاں روایات کی امین ہے۔ روزِ اول سے اسلام نے عورت کے مذہبی، سماجی، معاشرتی، قانونی، آئینی، سیاسی اور انتظامی کردار کا نہ صرف اعتراف کیا بلکہ اس کے جملہ حقوق کی ضمانت بھی فراہم کی۔ تاہم یہ ایک المیہ ہے کہ آج مغربی اہل علم جب بھی عورت کے حقوق کی تاریخ مرتب کرتے ہیں تو اس باب میں اسلام کی تاریخی خدمات اور بے مثال کردار سے یکسر صرف نظر کرتے ہوئے اسے نظر انداز کر دیتے ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ کی زیر نظر کتاب میں اسلام میں خواتین کے حقوق کا جامع احاطہ کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ اس تصنیف سے نہ صرف اسلام کے بارے میں مغالطوں کا ازالہ ہوگا بلکہ معاشرے میں حقوقِ نسواں کے بارے میں حقیقی اِسلامی شعور کو بھی فروغ حاصل ہوگا جس سے ہم اس معاشرے کی تشکیل کی طرف پیش قدمی کر سکیں گے جس کی تعلیم قرآن وسنت میں دی گئی ہے۔

(ڈاکٹر طاہر حمید تنولی)

ناظمِ تحقیق

تحریکِ منہاجُ القرآن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِسلام سے قبل عورت کا معاشرتی مقام

اسلام کی آمد سے قبل عورت بہت مظلوم اور معاشرتی و سماجی عزت و احترام سے محروم تھی۔ اسے تمام برائیوں کا سبب اور قابل نفرت تصور کیا جاتا تھا۔ اہل عرب کے عورت سے اس بدترین رویے کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ ○(1)

"اور وہ اللہ کے لیے وہ کچھ (یعنی بیٹیاں) ٹھہراتے ہیں جسے وہ خود ناپسند کرتے ہیں○"

یعنی کفار مکہ اللہ کی بیٹیاں ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے۔ دوسری آیت میں ہے:

وَ يَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ وَ لَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ○(2)

"اور یہ لوگ خدا کے لیے تو بیٹیاں تجویز کرتے ہیں (حالاں کہ) وہ ان سے پاک ہے اور اپنے لیے وہ جو چاہیں (یعنی بیٹے)○"

یعنی یہ لوگ فرشتوں کے اللہ تعالی کی بیٹیاں ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے جب کہ اُنہیں خود بیٹیاں پسند نہ تھیں بلکہ بیٹے پسند تھے۔(3)

---

(1) القرآن، النحل، ۱۶: ۶۲

(2) القرآن، النحل، ۱۶: ۵۷

(3) ۱۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۲: ۵۷۳

۲۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۱۴: ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۶ ←

قرآن حکیم کی ان آیات سے واضح ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں عورت کا مرتبہ ناپسندیدہ تھا وہ مظلوم اور ستائی ہوئی تھی اور ہر قسم کی بڑائی اور فضیلت مردوں کے لیے تھی اس میں عورتوں کا حصہ نہ تھا حتی کہ عام معاملات زندگی میں بھی مرد اچھی چیزیں خود رکھ لیتے اور بے کار چیزیں عورتوں کو دیتے۔ اہل عرب کے اس طرز عمل کو قرآن حکیم یوں بیان کرتا ہے:

وَقَالُوْا مَا فِیْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَ مُحَرَّمٌ عَلٰی اَزْوَاجِنَا وَ اِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ (۱)

”اور وہ کہتے کہ جو ان جانوروں کے پیٹ میں ہے وہ خالص ہمارے مردوں کے لیے ہے ہماری عورتوں پر حرام ہے اور اگر (پیدا ہونے والا) جانور مرا ہوا ہو تو وہ سب اس میں شریک ہوں گے عنقریب خدا ان کو ان کی (من گھڑت) باتوں کی سزا دے گا، بے شک وہ حکمت والا خوب جاننے والا ہے ۝“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اہلِ عرب مردوں کے لیے خاص چیز 'دودھ' ہے جو وہ اپنی عورتوں کے لیے حرام قرار دیتے تھے اور اُن کے مرد ہی اسے پیا کرتے تھے اسی طرح جب کوئی بکری نر بچہ جنتی تو وہ ان کے مردوں کا ہوتا اور اگر بکری پیدا ہوتی تو وہ اسے ذبح نہ کرتے، یونہی چھوڑ دیتے تھے۔ اور اگر مردہ جانور ہوتا تو سب شریک ہوتے۔ اللہ تعالی نے مسلمانوں کو ایسا کرنے سے منع فرما دیا۔ (۲)

۳۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۲۷: ۶۱

۴۔ قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۱۰: ۱۱۶

۵۔ محلی، تفسیر جلالین: ۳۵۳

(۱) القرآن، الأنعام، ۶: ۱۳۹

(۲) ۱۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۲: ۲۴۲

۲۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۸: ۴۷، ۴۸، ۶۷

ابو جعفر طبری نے اس آیت کی تفسیر میں سدی سے نقل کیا ہے:

فهذه الانعام ما ولد منها من حي فهو خالص للرجال دون النساء و إماما ولد من ميت فيأكله الرجال و النساء۔ (۱)

''ان جانوروں سے زندہ پیدا ہونے والا بچہ خالص ان کے مردوں کے کھانے کے لیے ہوتا اور عورتوں کے لیے حرام ہوتا اور مردہ پیدا ہونے والے بچے کو مرد و عورت سب کھاتے، (اس طرح وہ مردوں کو ترجیح دیا کرتے تھے)۔''

ذیل میں ہم اِسلام سے قبل عورتوں کے معاشرتی مقام بارے اَہم نکات بیان کریں گے:

ا۔ نو مولود بچیوں کو زندہ دفن کرنے کا رواج

دورِ جاہلیت میں مشرکین عورت کو کسی رتبے اور مقام کا اہل نہ سمجھتے تھے اس لیے وہ لڑکی پیدا ہونے پر غصہ ہوتے، حالاں کہ وہ یہ جانتے تھے کہ نظامِ کائنات کے تحت شادیوں کے لیے لڑکی کی پیدائش ضروری ہے اس کے باوجود اس نظام کے خلاف اس حد تک چلے جاتے کہ اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے۔

.... ۳۔ طبری، جامع البيان في تفسير القرآن، ۱۱: ۱۲۸

۴۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۶: ۳۳۸

۵۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۷: ۹۵، ۱۱۳

۶۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۸: ۴۷

۷۔ شافعی، أحكام القرآن، ۲: ۱۰۱

(۱) ۱۔ طبری، جامع البيان في تفسير القرآن، ۸: ۴۸

۲۔ بخاری، التاريخ الكبير، ۴: ۷، رقم: ۱۷۷۵

۳۔ شافعی، الأم، ۲: ۲۴۳

۴۔ مالك، المدونة الكبرىٰ، ۱۵: ۱۰۶

قرآن کریم میں ان قوموں کے طرز عمل کے خلاف آیت اتری ہے کہ جب انکے ہاں کسی بچی کی ولادت ہوتی تو وہ غضب ناک ہوتے تھے۔ قرآن کریم نے ان کی اس قبیح عادت کو اس طرح بیان کیا ہے:

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ ○ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ○ (۱)

”اور جب ان میں سے کسی کو بچی کی ولادت کی خبر دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غصہ میں گھٹتا جاتا ہے ○ وہ (بزعم خویش) اس ”بری خبر“ کے عار کی وجہ سے قوم سے چھپتا پھرتا ہے۔ وہ (سوچتا ہے کہ) آیا اس کو ذلت کی حالت میں لیے پھرے یا زندہ زمین میں دبا دے۔ خبردار! کتنا برا خیال ہے جو وہ کرتے ہیں ○“

لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی رسم قبیح کو قرآن حکیم دوسرے مقام پر اس طرح بیان کرتا ہے:

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ○ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ○ (۲)

”اور جب زندہ دفن کی گئی لڑکی سے پوچھا جائے گا ○ کہ اسے کس جرم میں قتل کیا گیا ○“

ابن کثیرؒ نے حضرت قیس بن عاصمؓ کا واقعہ بیان کیا ہے کہ قیس بن عاصم حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے اپنی بیٹیوں کو زمانۂ جاہلیت میں زندہ دفن کردیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر بیٹی کی طرف سے ایک غلام آزاد کردو۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میں بہت سے اونٹوں کا مالک ہوں۔

(۱) القرآن، النحل، ۱۶: ۵۸، ۵۹

(۲) القرآن، التکویر: ۸، ۹

آپ ﷺ نے فرمایا: تو ہر بیٹی کی طرف سے ایک اونٹ کی قربانی دو۔

ایک روایت کے مطابق انہوں نے زمانۂ جاہلیت میں اپنی آٹھ بیٹیوں کو زندہ گاڑ دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو چاہے تو ہر لڑکی کے بدلے ایک اونٹ قربان کر دے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ انہوں نے بارہ بیٹیوں کو زندہ گاڑنے کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے انہیں ہر ایک کے بدلے ایک غلام آزاد کرنے کی تلقین فرمائی۔[۱] یعنی زمانہ جاہلیت میں لوگ لڑکیوں کو عار یا فقر کے ڈر سے زندہ دفن کر دیتے تھے۔[۲]

اللہ تعالیٰ نے قتل انسانی کی ممانعت کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ وَلَاتَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ○[۳]

”آپ ان سے کہیے کہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہیں وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ۔ ماں

---

(۱) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۴: ۴۷۸

(۲) ۱۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۳۰: ۶۶

۲۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۱۹: ۲۳۲

۳۔ شافعی، احکام القرآن، ۱: ۱۲۶

۴۔ شافعی، الام، ۶: ۳

۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۱۷

۶۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام، ۵: ۱۷۰

۷۔ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام، ۷: ۳۷۷

(۳) القرآن،الانعام، ۶: ۱۵۱

باپ کے ساتھ احسان کیا کرو۔ اور اپنی اولاد کو فقر کے ڈر سے قتل نہ کیا کرو۔ ہم تمہیں اور ان کو رزق دیں گے اور بے حیائی کے کام ظاہر ہوں یا پوشیدہ ان کے پاس نہ جانا اور کسی جان کو جن کے قتل کو خدا نے حرام کر دیا ہے قتل نہ کرنا مگر جائز طور پر ان باتوں کی وہ تمہیں تاکید کرتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔"

۲۔ زمانۂ جاہلیت میں رائج شادی کے مختلف طریقے

شادی جو خاندانی زندگی کے قیام وتسلسل کا ادارہ ہے، اہل عرب کے ہاں اصول وضوابط سے آزاد تھا جس میں عورت کی عزت وعصمت اور عفت وتکریم کا کوئی تصور کارفرما نہ تھا۔ اہل عرب میں شادی کے درج ذیل طریقے رائج تھے:

(۱) زواج البعولۃ

یہ نکاح عرب میں بہت عام تھا۔ اس میں یہ تھا کہ مرد ایک یا بہت سی عورتوں کا مالک ہوتا۔ بعولت (خاوند ہونا) سے مراد مرد کا "عورتیں جمع کرنا" ہوتا تھا۔ اس میں عورت کی حیثیت عام مال ومتاع جیسی ہوتی۔

(۲) زواج البدل

بدلے کی شادی، اس سے مراد دو بیویوں کا آپس میں تبادلہ تھا۔ یعنی دو مرد اپنی اپنی بیویوں کو ایک دوسرے سے بدل لیتے اور اس کا نہ عورت کو علم ہوتا، نہ اس کے قبول کرنے، مہر یا ایجاب کی ضرورت ہوتی۔ بس دوسرے کی بیوی پسند آنے پر ایک مختصر سی مجلس میں یہ سب کچھ طے پاجاتا۔

(۳) نکاح متعہ

یہ نکاح بغیر خطبہ، تقریب اور گواہوں کے ہوتا۔ عورت اور مرد آپس میں کسی ایک مدت مقررہ تک ایک خاص مہر پر متفق ہو جاتے اور مدت مقررہ پوری ہوتے ہی نکاح

خود بخود ختم ہو جاتا تھا طلاق کی ضرورت بھی نہیں پڑتی تھی اور اس نکاح کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد ماں کی طرف منسوب ہوتی اسے باپ کا نام نہیں دیا جاتا تھا۔

(۴) نکاح الخذن

دوستی کی شادی، اس میں مرد کسی عورت کو اپنے گھر بغیر نکاح، خطبہ اور مہر کے رکھ لیتا اور اس سے ازدواجی تعلقات قائم کر لیتا اور بعد ازاں یہ تعلق باہمی رضا مندی سے ختم ہو جاتا کسی قسم کی طلاق کی ضرورت نہیں تھی۔ اگر اولاد پیدا ہو جاتی تو وہ ماں کی طرف منسوب ہوتی۔

یہ طریقہ آج کل مغربی معاشرے میں بھی رائج ہے۔

(۵) نکاح الضغینہ

جنگ کے بعد مال اور قیدی ہاتھ لگتے اور جاہلیت میں فاتح کے لیے مفتوح کی عورتیں، مال وغیرہ سب مباح تھا یہ عورتیں فاتح کی ملکیت ہو جاتیں اور وہ چاہتا تو انہیں بیچ دیتا چاہتا تو یونہی چھوڑ دیتا اور چاہتا تو ان سے مباشرت کرتا یا کسی دوسرے شخص کو تحفہ میں دے دیتا۔ یوں ایک آزاد عورت غلام بن کر بک جاتی۔ اس نکاح میں کسی خطبہ، مہر یا ایجاب وقبول کی ضرورت نہ تھی۔

(۶) نکاح شغار

وٹے سٹے کی شادی۔ یہ وہ نکاح تھا کہ ایک شخص اپنی زیر سرپرستی رہنے والی لڑکی کا نکاح کسی شخص سے اس شرط پر کر دیتا کہ وہ اپنی کسی بیٹی، بہن وغیرہ کا نکاح اس سے کرائے گا۔ اس میں مہر بھی مقرر کرنا ضروری نہ تھا اسلام نے اس کی بھی ممانعت فرما دی۔

(۷) نکاح الاستبضاع

فائدہ اٹھانے کے لیے عورت مہیا کرنے کا نکاح۔ مراد یہ ہے کہ ایک شخص اپنی

بیوی کو کسی دوسرے خوبصورت مرد کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے کے لیے بھیج دیتا اور خود اس سے الگ رہتا تاکہ اس کی نسل خوبصورت پیدا ہو اور جب اس کو حمل ظاہر ہو جاتا تو وہ عورت پھر اپنے شوہر کے پاس آجاتی۔

(۸) نکاح الرہط

اجتماعی نکاح۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تقریباً دس آدمی ایک ہی عورت کے لیے جمع ہوتے اور ہر ایک اس سے مباشرت کرتا اور جب اس کے ہاں اولاد ہوتی تو وہ ان سب کو بلواتی اور وہ بغیر کسی پس وپیش کے آجاتے پھر وہ جسے چاہتی (پسند کرتی یا اچھا سمجھتی) اسے کہتی کہ یہ بچہ تیرا ہے اور اس شخص کو اس سے انکار کرنے کی اجازت نہ ہوتی تھی۔

(۹) نکاح البغایا

فاحشہ عورتوں سے تعلق، یہ بھی نکاح رہط سے ملتا جلتا ہے مگر اس میں دو فرق تھے، ایک تو یہ کہ اس میں دس سے زیادہ افراد بھی ہو سکتے تھے جبکہ نکاح رہط میں دس سے زیادہ نہ ہوتے تھے۔ دوسرے یہ کہ ان مردوں سے بچہ منسوب کرنا عورت کا نہیں بلکہ مرد کا کام ہوتا تھا۔

مذکورہ طریقہ ہائے زواج سے ثابت اور واضح ہوتا ہے کہ عورت کی زمانۂ جاہلیت میں حیثیت مال ومتاع کی طرح تھی اسے خریدا اور بیچا جاتا تھا۔(۱)

---

(۱) ۱۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب النکاح، ۹: ۱۸۲۔۱۸۵

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب النکاح، باب من قال: لا نکاح إلا بولی ۵: ۱۹۷۰، رقم: ۴۸۳۴

۳۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الطلاق، باب فی وجوہ النکاح ۲: ۲۸۱، رقم: ۲۲۷۲

←

۳۔ بدکاری کے اِعلانیہ اِظہار کا رواج

قبل از اسلام اخلاقی اقدار کے انحطاط کا یہ عالم تھا کہ لوگ زمانۂ جاہلیت میں زنا کا اقرار بھی کیا کرتے تھے اور زنا عربی معاشرے میں بڑے پیمانے پر عام تھا بلکہ بہت سے لوگ عورت کو زنا پر مجبور بھی کیا کرتے تھے۔ مگر اسلام نے اسکی ممانعت کردی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔(۱)

’’اور اپنی باندیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو (خصوصاً) جب وہ پاک دامن رہنا چاہیں کہ تم دنیاوی زندگی کا سامان کماؤ۔‘‘

اس آیت کا شان نزول یہ تھا کہ عبداللہ بن ابی بن سلول اپنی باندیوں کو بدکاری پر مجبور کیا کرتا تھا کہ مال کمائے اور ان کے ذریعے اپنی بڑائی حاصل کرے۔

اسی طرح زمانہ جاہلیت میں عربوں کی بیویوں کی کوئی تعداد متعین نہ تھی اور عرب ایک سے زائد شادیاں کرتے تھے اور اسکے ذریعے اپنی بڑائی کا اظہار کرتے۔ مگر اسلام نے چار بیویوں کی تعداد مقرر کر دی اسی طرح اسلام نے تعدد ازواج کے لیے بھی شرائط مقرر کیں۔ ارشاد ربانی ہے:

.... ۴۔ دارقطنی، السنن الکبریٰ، ۷: ۱۱۰

۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۱۱۰

۶۔ قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۳: ۱۲۰

۷۔ قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۳: ۱۲۰

مذکورہ محدثین کرام نے درج بالا اقسام نکاح میں سے بعض کو بیان کیا ہے۔

(۱) القرآن، النور، ۲۴: ۳۳

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝(۱)

''اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو اور عورتوں سے جو تم کو پسند ہوں نکاح کر لو، دو دو عورتوں سے تین تین عورتوں سے اور چار چار عورتوں سے (مگر یہ اجازت عدل سے مشروط ہے) پس اگر تم کو احتمال ہو کہ عدل نہ رکھو گے تو پھر ایک ہی عورت سے نکاح کرو یا جو کنیزیں (شرعاً) تمہاری ملک میں ہوں، یہ بات اس سے قریب تر ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو ۝''

۴۔ زمانۂ جاہلیت میں عورت کی حقِ ملکیت سے محرومی

زمانۂ جاہلیت میں عورت کو کسی چیز کی مالک بننے کا حق حاصل نہ تھا۔ عورتوں کو کوئی وارثت نہ ملتی تھی، صرف مردوں کو وارث بننے کا حق حاصل تھا، اس پر اُن کی دلیل یہ تھی کہ وہ ہتھیار اُٹھاتے ہیں، قبیلوں کا دفاع کرتے ہیں اور اس معاشرے میں عورتوں کو محض میراث سے محروم کرنے پر اکتفاء نہ کیا گیا، بلکہ وہ عورت کو بھی وراثت میں سامان کی طرح بانٹ دیتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب عورت کا شوہر مر جاتا تو شوہر کے ورثاء اس عورت کے حقدار ہوتے، اگر وہ چاہتے تو ان میں سے کوئی اس سے شادی کر لیتا تھا یا جس سے چاہتے اُسی سے اس کی شادی کرا دیتے اور چاہتے تو نہ کراتے۔ اس طرح عورت کے سسرالی اُس کے میکے والوں سے زیادہ اس پر حق رکھتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ط وَلَا

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۳

تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ۔ (۱)

''اے ایمان والو! تم کو یہ بات حلال نہیں کہ عورتوں کے (مال یا جان کے) جبراً مالک ہو جاؤ اور اس نیت سے کہ جو کچھ تم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ لے لو، اُنہیں مت روک رکھنا۔'' (۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب کوئی شخص مر جاتا اور اُس کی باندی ہوتی تو اس کا کوئی دوست اس باندی پر کپڑا ڈال دیتا، اب کوئی دوسرا شخص اس باندی پر دعویٰ نہیں کر سکتا تھا یہ شخص اگر وہ باندی خوبصورت ہوتی تو اس سے شادی کر لیتا اور اگر بد ہیئت ہوتی تو اسے اپنے پاس تاحیات روکے رکھتا۔ (۳)

---

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۱۹

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب تفسیر القرآن، باب لا یحل لکم، ۴: ۱۶۷۰، رقم: ۴۳۰۳

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الاکراہ، باب من الاکراہ، ۶: ۲۵۴۸، رقم: ۶۵۴۹

۳۔ ابوداؤد، السنن، کتاب النکاح، باب قوله تعالی، ۲: ۲۳۰، رقم: ۲۰۸۹

۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۶: ۳۲۱

۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۱۳۸

۶۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۴: ۳۰۵

۷۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۵: ۹۴

۸۔ عسقلانی، فتح الباری، ۸: ۲۴۷

۹۔ مزی، تہذیب الکمال، ۲۰: ۱۳۱

(۳) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۴۶۵

۲۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۴: ۳۰۷

۳۔ عسقلانی، فتح الباری، ۸: ۲۴۷

۴۔ شمس الحق، عون المعبود، ۶: ۸۰

ایک اور روایت میں ہے کہ جب کوئی شخص مر جاتا تو اُس کے دوستوں میں سے کوئی اُس کی عورت پر کپڑا ڈال دیتا اور اُس کے نکاح کا وارث بن جاتا، اس کے علاوہ کوئی اس سے شادی نہ کرسکتا تھا وہ عورت اسی کے پاس محبوس رہتی تاوقتیکہ فدیہ دے کر اپنی جان چھڑا نہ لے۔[1]

یہ زمانۂ جاہلیت کی عورت کا حال تھا، اس معاشرے میں گنتی کی چند عورتیں ہی ایسی تھیں جنہیں مالک بننے کا حق ملا اور وہ جائداد کی مالک تھیں، جیسے کہ حضور اکرم ﷺ کی زوجۂ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا۔ یہ اپنی تجارت کی بھی مالک تھیں، لیکن یہ انفرادی واقعہ ہے، من حیث المجموع جاہلیت کے معاشرے میں عورت کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔

مغربی معاشرہ اور عورت

اسلام کی آمد سے قبل عورت الم ناک صورت حال سے دوچار تھی جس سے اسے اسلام نے آزادی عطا کی۔ یہ امر کہ عورت کے حقوق کا تحفظ اسلام کے عطا کردہ ضابطوں سے ہی ہوسکتا ہے، مغربی معاشرے میں عورت کی حالت کے مشاہدہ سے بھی پایہ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے۔ عورت کے حقوق کے تحفظ کا مفہوم انفرادی، معاشرتی، خاندانی اور عائلی سطح پر عورت کو ایسا تقدس اور احترام فراہم کرنا ہے جس سے معاشرے میں اس کے حقوق کے حقیقی تحفظ کا اظہار بھی ہو اگر ہم حقائق اور اعداد و شمار کی روشنی میں مغربی معاشرے میں عورت کے حقوق کا جائزہ لیں تو انتہائی مایوس کن صورت حال سامنے آتی ہے۔ خاندان جو کسی بھی معاشرے میں انسان کے تحفظ ونشو ونما کی اکائی کی حیثیت رکھتا ہے عورت کے تقدس کے عدم احترام کے باعث مغربی معاشرے میں شکست و ریخت کا شکار ہے۔ جس کا لازمی شکار عورت ہی بنتی ہے۔ امریکہ کے صرف ۱۹۹۳ء کے اعداد و شمار کے مطابق:

1۔ 2.3 ملین ہونے والی شادیوں میں سے 1.3 ملین طلاق پر منتج ہوئیں۔

---

(۱) ۱۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۴۶۶

۲۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۴: ۳۰۷

2۔ ان حالات کے پیش نظر محکمہ مردم شماری (Bureau of Census) نے پیش گوئی کی کہ ہر 10 میں سے 4 شادیوں کا انجام طلاق ہوگا۔

3۔ ملک میں ہونے والی 60% طلاقیں 25 سے 39 سال کی عمر کے جوڑوں میں ہوتی ہیں۔

4۔ صرف ایک سال میں ان طلاقوں سے ایک ملین بچے متاثر ہوئے

5۔ عموماً طلاق کے بعد 75% سے 80% افراد دوبارہ شادی کرتے ہیں حتیٰ کہ ملک کے اکثر لوگ دوسری یا تیسری شادی کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں۔ جن کی طلاق کا امکان پہلے سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔(۱)

مغربی معاشرے میں طلاق کی شرح کا کچھ اندازہ درج ذیل اعداد و شمار سے بھی کیا جاسکتا ہے۔

امریکہ کے مختلف علاقوں میں شرح طلاق (۲)

94 شادی/طلاق	95 شادی/طلاق	96 شادی/طلاق	97 شادی/طلاق	98 شادی/طلاق	علاقہ
92151 / 50235	88964 / 48226	83851 / 44918	84913 / 47427	84928 / 46596	ohio
8888 / 5194	9479 / 4904	9198 / 4727	9164 / 4945	7765 / 4569	Franklin

(1) www.divorcenter.org/faqs/stats.htm, 15 March 2002, 0200 PST.

(2) I. www.odh.state.oh.us/Data/whare/mardiv/MGlance.htm, 15 March 2002, 0200 PST.
II. www.odh.state.oh.us/Data/whare/mardiv/MGlance/htm. 15 March 2002, 0200 PST.

6137 2954	6359 2906	5914 2504	5968 2531	5583 2975	Hamilton
889 589	903 530	725 518	461 517	813 459	Miami
4685 2854	4598 2830	4393 2823	4168 2691	4084 1766	Montgomery
1052 655	1064 639	1033 556	976 645	1020 648	Richland
611 300	575 329	598 328	578 311	581 317	Washington

دیگر ممالک میں شرح طلاق (1996ء)

آسٹریلیا: 106,100 شادیوں سے 52,500 طلاق پر منتج ہوئیں۔

کیوبا: شرح طلاق 75% ہے۔

فرانس: 117,716 طلاقیں ہوئیں جن میں سے 95% کا مطالبہ عدم تحفظ حقوق کے سبب سے خود خواتین نے کیا۔

سکاٹ لینڈ: 29,611 شادیوں سے 12,222 طلاق کا شکار ہوئیں۔

سوئٹزرلینڈ: 38,500 شادیوں سے 17,800 طلاق کا شکار ہوئیں۔[1]

Statistical Abstract of USA کے مطابق امریکہ کی مختلف ریاستوں میں شرح طلاق ہر آنے والے سال میں اضافہ پذیر رہی۔ طلاق کی اس اندوہ ناک صورت حال سے متاثر ہونے والے افراد کی اکثریت کا تعلق نوجوانوں سے ہے۔ مگر 1998 میں ہونے والی طلاقوں میں 11.8% خواتین 20 سال سے کم، 55.7% خواتین

(1) www.divorcemag.com/statistics/statsworld.shtml,15 March 2002 0200 PST.

20 سے 29 سال کے درمیان' 25.8% خواتین 30 سے 44 سال کے درمیان اور 6.8% خواتین 45 سال سے زائد عمر کی ہیں اور ہر آنے والے سال میں شرح طلاق اضافہ پذیر رہی:

سال	طلاقوں کی تعداد
1950	385,000
1960	393,000
1970	709,000
1980	1,189,000
1990	1,175,000[1]

مغربی معاشرے کے خاندانی ڈھانچے کی شکست و ریخت کی اتنی ابتر صورت حال کو بیان کرتے ہوئے لاس اینجلس ٹائمز نے اپنی 27 مئی 1996 کی اشاعت (ص A16) میں لکھا کہ 1994 میں 1.2 ملین امریکی شادیاں طلاق کا شکار ہوئیں جو 1960 کی تعداد کا تین گنا ہیں۔[۲]

طلاق کی اتنی بلند شرح کے اثرات صرف نوجوانوں پر ہی نہیں بلکہ بچوں پر بھی نمایاں ہیں۔ National Center for Health Statistics کے ۱۹۸۸ کے جائزے کے مطابق Single-Parents خاندانوں (طلاق یافتہ اور بغیر شادی کے بننے والے والدین) کے بچے عدم دلچسپی کے باعث سکول کی تعلیم سے محروم رہتے ہیں اور لڑکیاں زندگی کی دوسری دہائی میں ہی حاملہ ہو جاتی ہیں جبکہ اکثر منشیات کے عادی

(1) www.ifas.org/fw/9607/statistics.html, 15 March 2002, 0200PST.

(2) calvarychapel.com/library/Reference/Social/DivorceStatistics.htm, 15 March 2002,0200 PST.

بھی ہیں۔(۱)

معروف سماجی سائنسدان Nicholas Nill نے 1993ء میں ایک رپورٹ میں لکھا کہ طلاق یافتہ والدین کے بچے نہ صرف اقتصادی مشکلات کا شکار رہتے ہیں بلکہ تعلیم کی محرومی اور نفسیاتی پیچیدگیوں کا شکار ہوجاتے ہیں۔ لاس اینجلس کے ایک عوامی سروے کے مطابق 69% امریکی طلاق کے مضر اثرات کے ازالہ کی سبیل مستحکم خاندانی نظام کو قرار دیتے ہیں۔(۲)

بچوں پر طلاق کے اثرات صرف تعلیمی،نفسیاتی یا اقتصادی ہی نہیں۔ سماجی سائنسدان Sara S. McLanahan کے مطابق وہ لڑکیاں جو اپنا بچپن اور لڑکپن طلاق یافتہ والدہ کے ساتھ گزارتی ہیں مستقبل میں ان کے اسی منہج پر زندگی گزارنے کے 100% سے 150% تک امکانات دیکھے گئے ہیں۔(۳)

مغربی معاشرے کی عورت صرف سماجی یا معاشرتی سطح پر ہی انحطاط کا شکار نہیں بلکہ ظاہراً معاشی و اقتصادی آزادی کی حامل ہوتے ہوئے بھی استحصال سے دوچار ہے۔ اقوامِ متحدہ کی ایک رپورٹ میں مغربی عورت کی معاشی و اقتصادی حالت کا جائزہ یوں پیش کیا گیا:

> Women constitute half the world's population, perform nearly two third of its work hours, recieve 1/10th of the world's income, & own less than one hundredth of the world's property.(4)

(1) calvarychapel.com/library/Reference/Social/DivorceStatistics.htm, 15 March 2002,0200 PST.

(2) calvarychapel. com/library/Reference/Social/DivorceStatistics.htm, 15 March 2002,0200 PST.

(3) www.divorcereform.org/black.html, 15 march 2002, 0200 PST.

(4) UN Report 1980 quoted in Contemporary Political Ideologies: Roger Eatwell & Anthony Wright, Westview Press, San Francisco, 1993.

”دنیا کی آدھی آبادی عورتوں پر مشتمل ہے، دنیا کے دوتہائی کام کے گھنٹوں میں عورت کام کرتی ہے مگر اسے دنیا کی آمدنی کا دسواں حصہ ملتا ہے۔ اور وہ دنیا کی املاک کے سوویں حصہ سے بھی کم کی مالک ہے۔“

اِسلام میں عورت کا مقام

اسلام کی آمد عورت کے لیے غلامی، ذلت اور ظلم و استحصال کے بندھنوں سے آزادی کا پیغام تھی۔ اسلام نے ان تمام قبیح رسوم کا قلع قمع کردیا جو عورت کے انسانی وقار کے منافی تھیں اور عورت کو وہ حقوق عطا کیے جس سے وہ معاشرے میں اس عزت و تکریم کی مستحق قرار پائی جس کے مستحق مرد ہیں۔

یہاں ہم اسلام کے قائم کردہ معاشرے میں عورت کی تکریم و منزلت کا جائزہ پیش کرتے ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کے درجے میں عورت کو مرد کے ساتھ ایک ہی مرتبہ میں رکھاہے، اسی طرح انسانیت کی تکوین میں عورت مرد کے ساتھ ایک ہی مرتبہ میں ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا۔[1]

”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا پھر اسی سے اس کا جوڑ پیدا فرمایا۔ پھر ان دونوں میں سے بکثرت مردوں اور عورتوں (کی تخلیق) کو پھیلا دیا۔“

۲۔ عورت پر سے دائمی معصیت کی لعنت ہٹا دی گئی اور اس پر سے ذلت کا داغ

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۱

دور کر دیا گیا کہ عورت اور مرد دونوں کو شیطان نے وسوسہ ڈالا تھا، جس کے نتیجے میں وہ جنت سے اخراج کے مستحق ہوئے تھے جبکہ عیسائی روایات کے مطابق شیطان نے حضرت حواء علیہا السلام کو بہکا دیا اور یوں حضرت حواء علیہا السلام حضرت آدم علیہ السلام کے بھی جنت سے اخراج کا سبب بنیں۔ قرآن حکیم اس باطل نظریہ کا رد کرتے ہوئے فرماتا ہے:

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ۔ (۱)

''پھر شیطان نے اُنہیں اس جگہ سے ہلا دیا اور اُنہیں اُس (راحت کے) مقام سے، جہاں وہ تھے، الگ کر دیا۔''

۳۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر کا استحقاق برابر قرار پایا۔ ان دونوں میں سے جو کوئی بھی کوئی عمل کرے گا، اسے پوری اور برابر جزاء ملے گی۔ ارشادِ ربانی ہے:

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَا اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى بَعْضُكُمْ مِّنْم بَعْضٍ۔ (۲)

''ان کے رب نے ان کی التجا کو قبول کرلیا (اور فرمایا) کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کروں گا، چاہے وہ مرد ہو یا عورت۔ تم سب ایک دوسرے میں سے ہی ہو۔''

۴۔ عورت کو زندہ زمین میں گاڑے جانے سے خلاصی ملی۔ یہ وہ بری رسم تھی جو احترام انسانیت کے منافی تھی۔

۵۔ اسلام عورت کے لیے تربیت اور نفقہ کے حق کا ضامن بنا کہ اسے روٹی، کپڑا، مکان، تعلیم اور علاج کی سہولت ''ولی الامر'' کی طرف سے ملے گی۔

۶۔ عورت کی تذلیل کرنے والے زمانۂ جاہلیت کے قدیم نکاح جو درحقیقت زنا تھے، اسلام نے ان سب کو باطل کر کے عورت کو عزت بخشی۔

---

(۱) القرآن، البقرۃ، ۲: ۳۶

(۲) القرآن، آل عمران، ۳: ۱۹۵

اب ہم ان حقوق کا جائزہ لیتے ہیں جو اسلام نے عورت کو مختلف حیثیتوں میں عطا کیے:

ا۔ عورت کے اِنفرادی حقوق

(ا) عصمت وعفت کا حق

معاشرے میں عورت کی عزت و احترام کو یقینی بنانے کے لیے اس کے حق عصمت کا تحفظ ضروری ہے۔ اسلام نے عورت کو حق عصمت عطا کیا اور مردوں کو بھی پابند کیا کہ وہ اس کے حق عصمت کی حفاظت کریں:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ○(۱)

''(اے رسول مکرم!) مومنوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لیے پاکیزگی کا موجب ہے۔ اللہ اس سے واقف ہے، جو کچھ وہ کرتے ہیں○''

''فرج'' کے لغوی معنی میں تمام ایسے اعضاء شامل ہیں، جو گناہ کی ترغیب میں معاون ہو سکتے ہیں، مثلاً آنکھ، کان، منہ، پاؤں اور اس لیے اس حکم کی روح یہ قرار پاتی ہے کہ نہ بری نظر سے کسی کو دیکھو، نہ فحش کلام سنو اور نہ خود کہو، اور نہ پاؤں سے چل کر کسی ایسے مقام پر جاؤ، جہاں گناہ میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ اس کے بعد عورتوں کو حکم ہوتا ہے:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا۔(۲)

(۱) القرآن، النور، ۲۴: ۳۰

(۲) القرآن، النور، ۲۴: ۳۱

’’اور (اے رسول مکرم!) مومنہ عورتوں سے کہہ دو کہ (مردوں کے سامنے آنے پر) وہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت و آرائش کی نمائش نہ کریں سوائے جسم کے اس حصہ کو جو اس میں کھلا ہی رہتا ہے۔‘‘

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ط مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ط ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ط لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○[1]

’’اے ایمان والو! چاہیے کہ تمہارے زیردست (غلام اور باندیاں) اور تمہارے ہی وہ بچے جو (ابھی) جوان نہیں ہوئے (تمہارے پاس آنے کے لئے) تین مواقع پر تم سے اجازت لیا کریں: (ایک) نمازِ فجر سے پہلے، اور (دوسرے) دوپہر کے وقت جب تم (آرام کے لئے) کپڑے اتارتے ہو اور (تیسرے) نمازِ عشاء کے بعد (جب تم خواب گاہوں میں چلے جاتے ہو)، (یہ) تین (وقت) تمہارے پردے کے ہیں، ان (اوقات) کے علاوہ نہ تم پر کوئی گناہ ہے اور نہ ان پر (کیونکہ بقیہ اوقات میں وہ) تمہارے ہاں کثرت کے ساتھ ایک دوسرے کے پاس آتے جاتے رہتے ہیں، اِسی طرح اللہ تمہارے لئے آیتیں واضح فرماتا ہے، اور اللہ خوب جاننے والا حکمت والا ہے○‘‘

اسلام نے قانون کے نفاذ میں بھی عورت کے اس حق کو متحضر رکھا۔ خلفائے راشدین کا طرزِ عمل ایسے اقدامات پر مشتمل تھا جن سے نہ صرف عورت کے حق عصمت کو

(۱) القرآن، النور، ۲۴: ۵۸

مجروح کرنے والے عوامل کا تدارک ہوا بلکہ عورت کی عصمت و عفت کا تحفظ بھی یقینی ہوا۔

ایک شخص حضرت ابوبکر صدیق ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میرے ایک مہمان نے میری ہمشیرہ کی آبروریزی کی ہے اور اسے اس پر مجبور کیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق ﷺ نے اس شخص سے پوچھا اس نے جرم کا اعتراف کرلیا۔ اس پر آپ نے حدِ زنا جاری کر کے اسے ایک سال کے لئے فدک کی طرف جلا وطن کردیا۔ لیکن اس عورت کو نہ تو کوڑے لگائے اور نہ ہی جلا وطن کیا کیونکہ اسے اس فعل پر مجبور کیا گیا تھا۔ بعد میں حضرت ابوبکر صدیق ﷺ نے اس خاتون کی شادی اسی مرد سے کردی۔ (۱)

اسی طرح کا ایک اور واقعہ یوں مذکور ہے:

استفاف رجل ناسا من هذيل فأرسلوا جارية لهم تحطب فاعجبت الضعيف فتبعها فأرادها على نفسهانا متنعت فعاركها ساعة فانفلتت منه انفلاتة فرمته بحجر ففضت كبده فمات ثم جاء ت إلى أهلها فأخبرتهم فذهب أهلها إلى عمرا فأخبروه فأرسل عمر فوجد أثارهما فقال عمر قتيل الله لا يورى أبدا۔ (۲)

---

(۱) ہندی، کنز العمال، ۵: ۴۱۱

(۲) ۱۔ عبدالرزاق، المصنف، ۹: ۴۳۵

۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۱: ۱۶۶، رقم: ۱۵۴

۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵: ۴۳۱، رقم: ۲۷۷۹۳

۴۔ خلال، السنۃ، ۱: ۱۶۶، رقم: ۱۵۴

۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۳۳۷

۶۔ ابن عبدالبر، التمہید، ۲۱: ۲۵۷

۷۔ ابن حزم، المحلی، ۸: ۲۵

۸۔ ابن قدامہ، المغنی، ۹: ۱۵۲

۹۔ عسقلانی، تلخیص الحبیر ۴: ۸۶، رقم: ۱۸۱۷

۱۰۔ انصاری، خلاصۃ البدر المنیر، ۲: ۳۳۲، رقم: ۲۴۸۸

”ایک شخص نے ہذیل کے کچھ لوگوں کی دعوت کی اور اپنی باندی کو لکڑیاں کاٹنے کے لیے بھیجا۔ مہمانوں میں سے ایک مہمان کو وہ پسند آ گئی اور وہ اس کے پیچھے چل پڑا اور اس کی عصمت لوٹنے کا طلب گار ہوا لیکن اس باندی نے انکار کردیا۔ تھوڑی دیر ان دونوں میں کشمکش ہوتی رہی۔ پھر وہ اپنے آپ کو چھڑانے میں کامیاب ہوگئی اور ایک پتھر اٹھا کر اس شخص کے پیٹ پر مار دیا جس سے اس کا جگر پھٹ گیا اور وہ مرگیا۔ پھر وہ اپنے گھر والوں کے پاس پہنچی اور انہیں واقعہ سنایا۔ اس کے گھر والے اسے حضرت عمر ﷺ کے پاس لے کر گئے اور آپ سے سارا واقعہ بیان کیا۔ حضرت عمر ﷺ نے معاملہ کی تحقیق کے لیے کچھ لوگوں کو بھیجا اور انہوں نے موقع پر ایسے آثار دیکھے، جس سے دونوں میں کشمکش کا ثبوت ملتا تھا۔ تب حضرت عمر ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے جسے مارا ہے اس کی دیت کبھی نہیں دی جاسکتی۔“

(۲) عزت اور رازداری کا حق

معاشرے میں عورتوں کی عزت اور عفت و عصمت کی حفاظت ان کے رازداری کے حق کی ضمانت میں ہی مضمر ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے خواتین کو رازداری کا حق عطا فرمایا اور دیگر افراد معاشرے کو اس حق کے احترام کا پابند کیا۔ قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰى اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ○ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَا اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ○ (۱)

”اے لوگو، جو ایمان لائے ہو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں اس

(۱) القرآن، النور، ۲۴: ۲۷، ۲۸

وقت تک داخل نہ ہوا کرو جب تک (اس امر کی) اجازت نہ لے لو اور اہلِ خانہ پر سلام کہو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم ان باتوں سے نصیحت حاصل کرو○ اور اگر گھر میں کوئی نہ ہو تو ان میں داخل نہ ہو، جب تک تمہیں (اندر جانے کی) اجازت نہ ملے اور اگر تم سے لوٹ جانے کو کہا جائے تو لوٹ جاؤ۔ یہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزگی کا موجب ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اس سے خوب واقف ہے○‘‘

خود حضور نبی اکرم ﷺ کا یہی دستور تھا کہ جب آپ ﷺ کسی کے ہاں جاتے تو باہر سے السلام علیکم فرماتے، تاکہ صاحبِ خانہ کو معلوم ہو جائے اور وہ آپ کو اندر آنے کی اجازت دے دے۔ اگر پہلی بار کوئی جواب نہ ملتا تو دوسری مرتبہ السلام علیکم کہتے۔ اگر اب بھی کوئی جواب نہ ملتا تو تیسری مرتبہ پھر یہی کرتے اور اس کے بعد بھی جواب نہ ملنے پر واپس تشریف لے جاتے۔

آپ ﷺ ایک مرتبہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ حسبِ معمول السلام علیکم کہا۔ سعد نے جواب میں آہستہ سے وعلیکم السلام کہا جو آپ سن نہ سکے۔ اسی طرح تینوں بار ہوا۔ آخر جب آپ ﷺ یہ خیال کرکے واپس جانے لگے کہ غالباً گھر میں کوئی نہیں تو حضرت سعد دوڑ کر آئے اور آپ ﷺ کو ساتھ لے گئے اور عرض کیا:

یا رسول اللہ! إنی کنت أسمع تسلیمک و أرد علیک ردا خفیا لتکثر علینا من السلام۔(1)

(1) ۱۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الأدب، باب کم مرہ یسلم، ۴: ۳۴۷، رقم: ۵۱۸۵

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴۲۱

۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۸: ۳۵۳، رقم: ۹۰۲

۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۶: ۴۳۹، رقم: ۸۸۰۸

۵۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳: ۲۸۰

’’حضور ﷺ میں نے جواب تو دیا تھا لیکن آہستہ سے، میں یہ چاہتا تھا کہ آپ زیادہ سے زیادہ بار ہمارے لئے دُعا کریں (کیونکہ السلام علیکم بھی سلامتی کی دُعا ہے)۔‘‘

انہی معنوں میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

إذا استاذن احدكم ثلاثا فلم يوذن له فليرجع۔ (1)

’’جب تم میں سے کوئی شخص (کسی کے گھر میں داخل ہونے کے لئے) تین مرتبہ اجازت طلب کرے اور اس کو اجازت نہ ملے تو چاہیے کہ واپس چلا آئے۔‘‘

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر سلام کے جواب میں صاحبِ خانہ مکان کے اندر سے نام وغیرہ پوچھے تو فوراً اپنا نام بتانا چاہیے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الاستئذان، باب التسلیم، ۵: ۲۳۰۵، رقم: ۵۸۹۱

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الأداب، باب الإستئذان، ۳: ۱۶۹۴، رقم: ۲۱۵۳

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۹۸

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۳: ۱۲۲، رقم: ۵۸۰۶

۵۔ طیالسی، المسند، ۱: ۷۰، رقم: ۵۱۸

۶۔ حمیدی، المسند، ۲: ۳۲۱، رقم: ۷۳۴

۷۔ ابویعلیٰ، المسند، ۲: ۲۶۹، رقم: ۹۸۱

۸۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲: ۱۶۸، رقم: ۱۶۸۷

۹۔ بیہقی، السنن، ۸: ۳۳۹، رقم: ۳۹

۱۰۔ شیبانی، الآحاد والمثانی، ۴: ۴۴۹، رقم: ۲۵۰۲

ﷺ کے پاس گیا اور اندر آنے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے اندر سے پوچھا: کون ہے؟ میں نے عرض کیا: میں ہوں۔ اس پر آپ ﷺ نے ناگواری سے فرمایا: ''میں ہوں، میں ہوں'' اور باہر تشریف لے آئے، گویا آپ ﷺ نے محض ''میں ہوں'' جواب دینے کو ناپسند فرمایا۔(۱)

اس میں تعلیم یہ ہے کہ پوچھنے پر اپنا نام بتانا چاہیے، محض ''میں ہوں'' کہنے سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کون ہے؟ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جب اندر سے کوئی جواب نہیں ملتا تو متجسس لوگ اِدھر اُدھر جھانکنے لگتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اس طرح کسی دوسرے کے گھر میں جھانکنے سے منع فرمایا، کیونکہ اس سے اجازت طلب کرنے کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اس طرح جھانکے اور صاحب خانہ اسے سزا دینے کے لئے اسے کنکری یا پتھر مار دے جس سے جھانکنے والے کی آنکھ پھوٹ جائے یا اسے کوئی زخم پہنچ جائے تو صاحب مکان بری الذمہ ہے اور جھانکنے والے کو قصاص نہیں دیا جائے گا۔(۲)

کسی کے گھر میں اجازت لے کر داخل ہونے کے اس عام حکم کے بعد فرمایا کہ تم کسی کے گھر سے کوئی چیز طلب کرنا چاہو تو تمہارا فرض ہے کہ پردے کے پیچھے سے سوال کرو تاکہ ایک دوسرے کا سامنا نہ کرنا پڑے جو دونوں کے لئے اخلاقی لحاظ سے اچھا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَإِذَا سَأَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ۔(۳)

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الاستئذان، باب إزا قال من ذا، ۵: ۲۳۰۶، رقم: ۵۸۹۶

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب الاستئذان، باب من أجل البصر، ۵: ۲۳۰۴، رقم: ۵۸۸۸

(۳) القرآن، الاحزاب، ۳۳: ۵۳

''اور جب تم عورتوں سے کوئی چیز طلب کرو تو ان سے پردے کے باہر سے مانگ لو۔ یہ تمہارے دلوں کے لئے اور ان کے دلوں کے لئے زیادہ پاکیزگی کا موجب ہے۔''

عورتوں کے حق رازداری و عصمت و عفت کی حفاظت کے لئے پردہ کے احکام آئے۔ قرآن حکیم میں خواتین کو اپنی نگاہیں نیچی رکھنے اور اپنی آرائش و زیبائش کو افشا نہ کرنے کی تعلیم دے کر اس پاکیزگی معاشرت کی بنیاد رکھی گئی جو خواتین کے حق رازداری و عصمت و عفت کی حفاظت کو یقینی بنا سکتی ہے:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَائِهِنَّ اَوْ اَبْنَاءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ط وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (۱)

''اور آپ مومن عورتوں سے فرما دیں کہ وہ (بھی) اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی آرائش و زیبائش کو ظاہر نہ کیا کریں سوائے (اسی حصہ) کے جو اس میں سے خود ظاہر ہوتا ہے اور وہ اپنے سروں پر اوڑھے ہوئے دوپٹے (اور چادریں) اپنے گریبانوں اور سینوں پر (بھی) ڈالے رہا کریں اور وہ اپنے بناؤ سنگھار کو (کسی پر) ظاہر نہ کیا کریں سوائے اپنے شوہروں کے یا اپنے باپ دادا یا اپنے شوہروں کے باپ دادا کے

(۱) القرآن، النور، ۲۴: ۳۱

یا اپنے بیٹوں یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجوں یا اپنے بھانجوں کے یا اپنی (ہم مذہب، مسلمان) عورتوں یا اپنی مملوکہ باندیوں کے یا مردوں میں سے وہ خدمتگار جو خواہش وشہوت سے خالی ہوں یا وہ بچے جو (کمسنی کے باعث ابھی) عورتوں کے پردہ والی چیزوں سے آگاہ نہیں ہوئے (یہ بھی مستثنیٰ ہیں) اور نہ (چلتے ہوئے) اپنے پاؤں (زمین پر اس طرح) مارا کریں کہ (پیروں کی جھنکار سے) انکا وہ سنگھار معلوم ہوجائے جسے وہ (حکم شریعت سے) پوشیدہ کیے ہوئے ہیں اور تم سب کے سب اللہ کے حضور توبہ کرو اے مومنو! تاکہ تم (ان احکام پر عمل پیرا ہوکر) فلاح پا جاؤ۔"

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَا بِيْبِهِنَّ ط ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ۔[1]

"اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دیں کہ (باہر نکلتے وقت) اپنی چادریں اپنے اوپر اوڑھ لیا کریں، یہ اس بات کے قریب تر ہے کہ وہ پہچان لی جائیں (کہ یہ پاک دامن آزاد عورتیں ہیں) پھر انہیں (آوارہ باندیاں سمجھ کر غلطی سے) ایذاء نہ دی جائے۔"

(۳) تعلیم وتربیت کا حق

اسلام کی تعلیمات کا آغاز اِقْرَاْ سے کیا گیا اور تعلیم کو شرفِ انسانیت اور شناختِ پروردگار کی اساس قرار دیا گیا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ٥ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ٥ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ٥ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ٥ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ٥[2]

---

(۱) القرآن، الأحزاب، ۳۳: ۵۹

(۲) القرآن، العلق، ۹۶: ۱-۵

”(اے حبیب!) اپنے رب کے نام سے (آغاز کرتے ہوئے) پڑھیے جس نے (ہر چیز کو) پیدا فرمایاo اس نے انسان کو (رحم مادر میں جونک کی طرح) معلق وجود سے پیدا کیاo پڑھیئے اور آپ کا رب بڑا ہی کریم ہےo جس نے قلم کے ذریعے (لکھنے پڑھنے کا) علم سکھایاo جس نے انسان کو (اس کے علاوہ بھی) وہ (کچھ) سکھا دیا جو وہ نہیں جانتا تھاo“

حضور نبی اکرم ﷺ نے خواتین کی تعلیم و تربیت کو اتنا ہی اہم اور ضروری قرار دیا ہے جتنا کہ مردوں کی۔ اسلامی معاشرے میں یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ کوئی شخص لڑکی کو لڑکے سے کم درجہ دے کر اس کی تعلیم و تربیت نظرانداز کر دے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

الرجل تکون له الامة فيعلمها فيحسن تعليمها و يودبها فيحسن ادبها ثم يعتقها فيتزوجها فله اجران۔(۱)

”اگر کسی شخص کے پاس ایک لونڈی ہو پھر وہ اسے تعلیم دے اور یہ اچھی تعلیم ہو۔ اور اس کو آداب مجلس سکھائے اور یہ اچھے آداب ہوں۔ پھر آزاد کر کے اس سے نکاح کرے تو اس شخص کے لیے دوہرا اجر ہے۔“

یعنی ایک اجر تو اس بات کا کہ اس نے اسے اچھی تعلیم دی اور اچھے آداب سکھائے اور دوسرا اجر اس امر کا کہ اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا اور اس طرح اس کا درجہ بلند کیا۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجهاد، باب فضل من أسلم، ۳: ۱۰۹۶، رقم: ۲۸۴۹

۲۔ ابو عوانہ، المسند، ۱: ۱۰۳، رقم: ۶۸

۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۳: ۱۱۸، رقم: ۱۲۶۳۵

۴۔ رویانی، المسند، ۱: ۳۰۷، رقم: ۴۵۸

اس سے ظاہر ہے کہ اسلام اگر باندیوں تک کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنے کو کارِ ثواب قرار دیتا ہے تو وہ آزاد لڑکوں اور لڑکیوں کے تعلیم سے محروم رکھے جانے کو کیونکر گوارا کرسکتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے علم کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے ارشاد فرمایا کہ اس کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے:

طلب العلم فريضة على كل مسلم۔[1]

''علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد و عورت) پر فرض ہے۔''

ایک دوسرے موقع پر حصولِ علم میں ہر طرح کے امتیاز اور تنگ نظری کو مٹانے کی خاطر نہایت لطیف پیرائے میں فرمایا:

الكلمة الحكمة ضالة المؤمن فحيث وجدها فهو احق بها۔[2]

---

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، المقدمه، باب فضل العلماء، ۱: ۸۱، رقم: ۲۲۴
۲۔ ابويعلىٰ، المسند، ۵: ۲۲۳، رقم: ۲۸۳۷
۳۔ طبرانى، المعجم الكبير، ۱۰: ۱۹۵، رقم: ۱۰۴۳۹
۴۔ طبرانى، المعجم الاوسط، ۱: ۸، رقم: ۹
۵۔ طبرانى، المعجم الصغير، ۱: ۳۶، رقم: ۲۲
۶۔ ابويعلىٰ، المعجم، ۱: ۲۵۷، رقم: ۳۲۰
۷۔ شعب الايمان، ۲: ۲۰۳، رقم: ۱۶۶۳
۸۔ هيثمى، مجمع الزوائد، ۱: ۱۱۹
۹۔ منذرى، الترغيب والترهيب، ۱: ۵۲، رقم: ۱۰۹
۱۰۔ كنانى، مصباح الزجاجة، ۱: ۳۰، رقم: ۸۱

(۲) ۱۔ ترمذى، السنن، كتاب العلم، ماجاء فى فضل الفقه، ۵: ۵۱، رقم: ۲۶۸۷
۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب الحكمة، ۲: ۱۳۹۵، رقم: ۴۱۶۹

’’علم اور عقل کی بات مؤمن کا گمشدہ مال ہے، پس جہاں بھی اسے پائے اسے حاصل کرنے کا وہ زیادہ حق دار ہے۔‘‘

(۴) حسنِ سلوک کا حق

حضور نبی اکرم ﷺ نے عورتوں سے حسن سلوک کی تعلیم دی اور زندگی کے عام معاملات میں عورتوں سے عفو و درگزر اور رافت و محبت پر مبنی سلوک کی تلقین فرمائی:

عن أبی هريرة ص أن رسول الله ﷺ قال: المرأة كالضلع ان اقمتها كسرتها وان استمتعت بها استمتعت بها وفيها عوج۔(۱)

.... ۳۔ ابن ابی شیبه، المصنف، ۷: ۲۴۰، رقم: ۳۵۶۸۱

۴۔ رویانی، المسند، ۱: ۷۵، رقم: ۳۳

۵۔ بیهقی، سنن الکبریٰ، ۶: ۱۹۰، رقم: ۱۱۸۵۱

۶۔ شیبانی، الاحاد والمثانی، ۳: ۲۶۴، رقم: ۱۶۳۹

۷۔ دیلمی، الفردوس بماثور الخطاب، ۲: ۱۵۲، رقم: ۲۷۷۰

۸۔ ابونعیم اصبهانی، حلیة الاولیاء، ۳: ۳۵۴

۹۔ سیوطی، شرح سنن ابن ماجه، ۱: ۳۰۷، رقم: ۴۱۶۹

۱۰۔ مناوی، فیض القدیر، ۲: ۵۴۵

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب النکاح، باب المدارة مع النساء، ۵: ۱۹۸۷، رقم: ۴۸۸۹

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الرضاع، باب الوصیة بالنساء، ۲: ۱۰۹۰، رقم: ۱۴۶۸

۳۔ ترمذی، السنن، کتاب الطلاق، باب ماجاء فی مدارة النساء، ۳: ۴۹۳، رقم: ۱۱۸۸

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۲۸، رقم: ۹۵۲۱

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۹: ۴۸۷، رقم: ۴۱۸۰ ←

''حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورت پسلی کی مانند ہے اگر اسے سیدھا کرو گے تو ٹوٹ جائے گی اگر اسی طرح اس کے ساتھ فائدہ اٹھانا چاہو تو فائدہ اٹھا سکتے ہو ورنہ اس کے اندر ٹیڑھا پن موجود ہے۔''

عن أبی هريرة ﷺ عن النبی ﷺ قال: من كان يؤمن بالله واليوم الاخر فلا يؤذی جاره واستوصوا بالنساء خيرا، فانهن خلقن من ضلع و ان اعوج شیٔ فی الضلع اعلاه فان ذهبت تقيمه كسرته وان تركته لم يزل اعوج فاستوصوا بالنساء خيرا۔(۱)

''حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے ہمسائے کو تکلیف نہ دے، اور

.... ۶۔ دارمی، السنن، ۲: ۱۹۹، رقم: ۲۲۲۲

۷۔ ابن ابی شیبه، المصنف، ۴: ۱۹۷

۸۔ ابوعوانة، المسند، ۳: ۱۴۲، رقم: ۴۴۹۵

۹۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۱: ۱۷۸، رقم: ۵۶۵

۱۰۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۴: ۳۰۳، رقم: ۳۰۴

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب النکاح، باب الوصاة بالنساء، ۵: ۱۹۸۷، رقم: ۴۸۹۰

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الرضاع، باب الوصیة بالنساء، ۲: ۱۰۹۱، رقم: ۱۴۶۸

۳۔ ابن ابی شیبه، المصنف، ۴: ۱۹۷

۴۔ ابن راہویه، المسند، ۱: ۲۵۰، رقم: ۲۱۴

۵۔ ابویعلیٰ، المسند، ۱۱: ۸۵، رقم: ۶۲۱۸

۶۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۲۹۵، رقم: ۱۴۴۹۹

عورتوں کے ساتھ نیکی کرنے کے بارے میں میری وصیت قبول کرلو کیونکہ وہ پسلی سے پیدا کی گئیں ہیں۔ اور سب سے اوپر والی پسلی سب سے زیادہ ٹیڑھی ہوتی ہے اگر تم اسے سیدھا کرنے لگو گے تو توڑ ڈالو گے اور اس کے حال پر چھوڑے رہو گے تب بھی ہمیشہ ٹیڑھی رہے گی پس عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے کے بارے میں میری وصیت قبول کرلو۔"

(۵) ملکیت اور جائیداد کا حق

اسلام نے مردوں کی طرح عورتوں کو بھی حق ملکیت عطا کیا۔ وہ نہ صرف خود کما سکتی ہے بلکہ وراثت کے تحت حاصل ہونے والی املاک کی مالک بھی بن سکتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا ۖ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ۔ (۱)

"مردوں کے لیے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا، اور عورتوں کے لیے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا۔"

عورت کا حق ملکیت طلاق کی صورت میں بھی قائم رہتا ہے۔ طلاق رجعی کے بارے میں ابنِ قدامہ نے لکھا ہے کہ اگر شوہر نے ایسی بیماری جس میں ہلاکت کا خطرہ ہو، کے دوران میں اپنی بیوی کو طلاق دی اور پھر دورانِ عدت اسی بیماری سے مرگیا تو بیوی اس کی وارث ہوگی اور اگر بیوی مرگئی تو شوہر اُس کا وارث نہیں ہوگا۔ یہی رائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (۲)

---

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۳۲

(۲) ابن قدامه، المغني، ۶: ۳۲۹

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

اذا طلقها مریضا ورثته ما کانت فی العدة ولا یرثها۔[1]

''اگر شوہر نے اپنی بیماری کی حالت میں بیوی کو طلاق دے دی تو بیوی دوران عدت اس کی وارث ہوگی لیکن شوہر اس کا وارث نہیں ہوگا۔''

طلاق مغلظہ کے بارے میں قاضی شریح بیان کرتے ہیں کہ عروۃ البارقی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہوکر میرے پاس آئے اور اس شخص کے بارے میں بیان کیا جو اپنی بیوی کو حالت مرض میں تین طلاقیں دے دے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک بیوی دوران عدت اس کی وارث ہوگی لیکن شوہر اس کا وارث نہیں ہوگا۔[2]

(۶) حرمتِ نکاح کا حق

اسلام سے قبل مشرکینِ عرب بلا امتیاز ہر عورت سے نکاح جائز سمجھتے تھے۔ باپ مر جاتا تو بیٹا ماں سے شادی کر لیتا۔ جصاص نے 'احکام القرآن (۲: ۱۴۸)' میں سوتیلی ماں سے نکاح کے متعلق لکھا ہے:

و قد کان نکاح إمراة الأب مستفیضا شائعا فی الجاهلیة۔

''اور باپ کی بیوہ سے شادی کر لینا جاہلیت میں عام معمول تھا۔''

اسلام نے عورتوں کے حقوق نمایاں کرتے ہوئے بعض رشتوں سے نکاح حرام

(۱) ۱۔ عبدالرزاق، المصنف، ۷: ۶۴، رقم: ۱۲۲۰۱
۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۴: ۱۷۱
۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۳۶۳، رقم: ۱۴۹۰۸
۴۔ مالک بن انس، المدونۃ الکبریٰ، ۶: ۳۸
۵۔ ابن حزم، المحلی، ۱۰: ۲۱۹

(۲) ۱۔ ابن حزم، المحلی، ۱۰: ۲۱۹، ۲۲۸
۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۹۷

قرار دیا اور اس کی پوری فہرست گنوا دی۔ ارشادِ ربانی ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ وَ عَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَ بَنٰتُ الْاَخِ وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ وَ اُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَ اُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ۔(۱)

”تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری (وہ) مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو اور تمہاری رضاعت میں شریک بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں سب حرام کردی گئی ہیں۔ اور (اسی طرح) تمہاری گود میں پرورش پانے والی وہ لڑکیاں جو تمہاری ان عورتوں (کے بطن) سے ہیں جن سے تم صحبت کرچکے ہو (بھی حرام ہیں) پھر اگر تم نے ان سے صحبت نہ کی ہو تو تم پر ان کی (لڑکیوں سے نکاح کرنے میں) کوئی حرج نہیں اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں (بھی تم پر حرام ہیں) جو تمہاری پشت سے ہیں اور یہ (بھی حرام ہے کہ) تم دو بہنوں کو ایک ساتھ (نکاح میں) جمع کرو سوائے اس کے جو دور جہالت میں گزر چکا۔“

۲۔ عورت کے عائلی حقوق

(۱) ماں کی حیثیت سے حق

حضور نبی اکرم ﷺ نے اہل ایمان کی جنت ماں کے قدموں تلے قرار دے کر

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۲۳

ماں کو معاشرے کا سب سے زیادہ مکرم و محترم مقام عطا کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ حسن سلوک کی مستحق ماں ہے:

عن ابی هريرة ﷺ قال: جاء رجلي الی رسول الله ﷺ فقال: يا رسول الله! من احق الناس بحسن صحابتي؟ قال: "امک،" قال: ثم من؟ قال: "ثم امک،" قال: ثم من؟ قال: "ثم امک"، قال ثم من؟ قال: "ثم ابوک"۔(۱)

"حضرت ابوہریرہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا یا رسول ﷺ میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ فرمایا کہ تمہاری والدہ، عرض کی کہ پھر کون ہے فرمایا کہ تمہاری والدہ، عرض کی کہ پھر کون ہے؟ فرمایا کہ تمہاری والدہ ہے، عرض کی کہ پھر کون ہے؟ فرمایا کہ تمہارا والد ہے۔"

(۲) بیٹی کی حیثیت سے حق

وہ معاشرہ جہاں بیٹی کی پیدائش کو ذلت و رسوائی کا سبب قرار دیا جاتا تھا، آپ ﷺ نے بیٹی کو احترام و عزت کا مقام عطا کیا۔ اسلام نے نہ صرف معاشرتی و سماجی

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأدب، باب من أحق الناس، ۵: ۲۲۲۷، رقم: ۵۶۲۶

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب البر والصلہ، باب بر الوالدین ۴: ۱۹۷۴، رقم: ۲۵۴۸

۳۔ ابن راہویہ، المسند، ۱: ۲۱۶، رقم: ۱۷۲

۴۔ منذری، الترغیب و الترہیب، ۳: ۲۲۰، رقم: ۳۷۶۶

۵۔ الحسینی، البیان و التعریف، ۱: ۱۷۱، رقم: ۴۴۷

۶۔ کنانی، مصباح الزجاجة، ۴: ۹۸، رقم: ۱۲۷۸

سطح پر بیٹی کا مقام بلند کیا بلکہ اسے وراثت کا حق دار بھی ٹھہرایا، ارشادِ ربانی ہے:

یُوْصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ فَاِنْ کُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَیْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَکَ وَاِنْ کَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ۔(۱)

''اللہ تمہیں تمہاری اولاد (کی وراثت) کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ لڑکے کے لیے دو لڑکیوں کے برابر حصہ ہے پھر اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں (دو یا) دو سے زائد تو ان کے لیے اس ترکہ کا دو تہائی حصہ ہے اور اگر وہ اکیلی ہو تو اس کے لیے آدھا ہے۔''

قرآن حکیم نے بیٹی کی پیدائش پر غم و غصے کو جاہلیت کی رسم اور انسانیت کی تذلیل قرار دیتے ہوئے اُس کی مذمت کی:

وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰی ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ کَظِیْمٌO یَتَوَارٰی مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَیُمْسِکُهٗ عَلٰی هُوْنٍ اَمْ یَدُسُّهٗ فِی التُّرَابِ اَلَا سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَO(۲)

''اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی (کی پیدائش) کی خوشخبری سنائی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غصہ سے بھر جاتا ہےO وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے (بزعم خویش) اس بری خبر کی وجہ سے جو اسے سنائی گئی ہے (اب یہ سوچنے لگتا ہے کہ) آیا اسے ذلت و رسوائی کے ساتھ (زندہ) رکھے یا اسے مٹی میں دبا دے (یعنی زندہ درگور کر دے) خبردار کتنا برا فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیںO''

اور بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے کی ممانعت کر کے دورِ جاہلیت کی اس رسم بد کا قلع قمع کیا جو اسلام کی آمد سے قبل اس معاشرے میں جاری تھی:

---

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۱۱

(۲) القرآن، النحل، ۱۶: ۵۸، ۵۹

وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ○ (۱)

''اور تم اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل مت کرو ہم ہی انہیں (بھی) رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی، بے شک ان کو قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے ○''

(۳) بہن کی حیثیت سے حق

قرآن حکیم میں جہاں عورت کے دیگر معاشرتی و سماجی درجات کے حقوق کا تعین کیا گیا ہے، وہاں بطور بہن بھی اس کے حقوق بیان کیے گئے ہیں۔ بطور بہن عورت کا وراثت کا حق بیان کرتے ہوئے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا گیا:

وَ اِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ج فَاِنْ كَانُوْا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ۔ (۲)

''اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کی وراثت تقسیم کی جا رہی ہو جس کے نہ ماں باپ ہوں نہ کوئی اولاد اور اس کا ماں کی طرف سے ایک بھائی یا ایک بہن ہو (یعنی اخیافی بھائی یا بہن) تو ان دونوں میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے پھر اگر وہ بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے (یہ تقسیم بھی) اس وصیت کے بعد (ہوگی) جو (وارثوں کو) نقصان پہنچائے بغیر کی گئی ہو یا قرض (کی ادائیگی) کے بعد۔''

يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ

(۱) القرآن، بنی اسرائیل، ۱۷: ۳۱

(۲) القرآن، النساء، ۴: ۱۲

فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ وَ اِنْ كَانُوْا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّ نِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ۔(۱)

’’لوگ آپ سے حکم دریافت کرتے ہیں۔ فرما دیجئے کہ اللہ تمہیں (بغیر اولاد اور بغیر والدین کے فوت ہونے والے) کلالہ (کی وراثت) کے بارے میں یہ حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص فوت ہوجائے جو بے اولاد ہو مگر اس کی بہن ہو تو اس کے لیے اس (مال) کا آدھا (حصہ) ہے جو اس نے چھوڑا ہے اور اگر (اس کے برعکس بہن کلالہ ہو تو اس کے مرنے کی صورت میں اسکا) بھائی اس (بہن) کا وارث (کامل) ہوگا اگر اس (بہن) کی کوئی اولاد نہ ہو۔ پھر اگر (کلالہ بھائی کی موت پر) دو (بہنیں وارث) ہوں تو ان کے لیے اس (مال) کا دو تہائی (حصہ) ہے جو اس نے چھوڑا ہے اور اگر (بصورت کلالہ مرحوم کے) چند بھائی بہن مرد (بھی) اور عورتیں (بھی وارث) ہوں تو پھر (ہر) ایک مرد کا (حصہ) دو عورتوں کے برابر ہوگا۔‘‘

(۴) بیوی کی حیثیت سے حق

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کے تسلسل و بقاء کے لیے ازدواجی زندگی اور خاندانی رشتوں کو اپنی نعمت قرار دیا:

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ○(۲)

’’اور اللہ نے تم ہی میں سے تمہارے لیے جوڑے پیدا فرمائے اور تمہارے

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۱۷۶

(۲) القرآن، النحل، ۱۶: ۷۲

جوڑوں (بیویوں) سے تمہارے لیے بیٹے، پوتے اور نواسے پیدا فرمائے اور تمہیں پاکیزہ رزق عطا فرمایا تو کیا پھر بھی وہ (حق کو چھوڑ کر) باطل پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کی نعمت سے وہ ناشکری کرتے ہیں○‘‘

دوسرے مقام پر بیوی کے رشتے کی اہمیت اور اس سے حسن سلوک کو یوں بیان کیا گیا:

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ط هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ط عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَ عَفَا عَنْكُمْ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَاكَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ ط تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ط كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ○(۱)

’’تمہارے لیے روزوں کی راتوں میں اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا ہے وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو، اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنے حق میں خیانت کرتے تھے سو اس نے تمہارے حال پر رحم کیا اور تمہیں معاف فرما دیا، پس (اب روزوں کی راتوں میں بیشک) ان سے مباشرت کیا کرو اور جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے چاہا کرو، اور کھاتے پیتے رہا کرو یہاں تک کہ تم پر صبح کا سفید ڈورا (رات کے) سیاہ ڈورے سے (الگ ہوکر) نمایاں ہو جائے، پھر روزہ رات (کی آمد) تک پورا کرو، اور عورتوں سے اس دوران میں شب باشی نہ کیا کرو جب تم مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے ہو، یہ اللہ کی (قائم کردہ) حدیں ہیں پس ان کے توڑنے کے نزدیک نہ جاؤ، اسی طرح اللہ لوگوں کے لیے اپنی آیتیں (کھول کر) بیان کرتا ہے تاکہ وہ پرہیزگاری اختیار کریں○‘‘

(۱) القرآن، البقرہ، ۲: ۱۸۷

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَ لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ○[1]

”اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں، اور ان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اسے چھپائیں جو اللہ نے ان کے رحموں میں پیدا فرما دیا ہو اگر وہ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں، اس مدت کے اندر ان کے شوہروں کو انہیں (پھر) اپنی زوجیت میں لوٹانے کا حق زیادہ ہے اگر وہ اصلاح کا ارادہ کرلیں، اور دستور کے مطابق عورتوں کے بھی مردوں پر اسی طرح حقوق ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر، البتہ مردوں کو ان پر فضیلت ہے، اور اللہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے۔“

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۭ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ۔[2]

”اور تمہارے لیے اس (مال) کا آدھا حصہ ہے جو تمہاری بیویاں چھوڑ جائیں بشرطیکہ ان کی کوئی اولاد نہ ہو، پھر اگر ان کی اولاد ہو تو تمہارے لیے ان کے ترکہ سے چوتھائی ہے (یہ بھی) اس وصیت (کے پورا کرنے) کے بعد جو انہوں نے کی ہو یا قرض (کی ادائیگی) کے بعد، اور تمہاری بیویوں کا تمہارے

(۱) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۲۸

(۲) القرآن، النساء، ۴: ۱۲

چھوڑے ہوئے (مال) میں سے چوتھا حصہ ہے بشرطیکہ تمہاری کوئی اولاد نہ ہو پھر اگر تمہاری کوئی اولاد ہو تو ان کے لیے تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ہے تمہاری اس (مال) کی نسبت کی ہوئی وصیت (پوری کرنے) یا تمہارے قرض کی ادائیگی کے بعد۔‘‘

یہ قرآنِ حکیم ہی کی تعلیمات کا عملی ابلاغ تھا کہ حضور اکرم ﷺ نے بیوی سے حسن سلوک کی تلقین فرمائی:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: جاء رجل الی النبی ﷺ فقال: یا رسول اللہ! انی کتبت فی غزوۃ کذا و کذا و امراتی حاجۃ، قال: ارجع فحج مع امراتک۔[1]

’’ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں ایک شخص حاضر ہوکر عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! میرا نام فلاں فلاں غزوہ میں لکھ لیا گیا ہے اور میری بیوی حج کرنے جا رہی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم واپس چلے جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔‘‘

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجهاد، باب کتابۃ الإمام الناس، ۳: ۱۱۱۴، رقم: ۲۸۹۶

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجهاد، باب من اکتتب فی جیش، ۳: ۱۰۹۴، رقم: ۲۸۴۴

۳۔ مسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب سفر المرأۃ مع محرم، ۲: ۹۷۸، رقم: ۱۳۴۱

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۹: ۴۲، رقم: ۳۷۵۷

۵۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۴: ۱۳۷، رقم: ۲۵۲۹

۶۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱: ۴۲۴، ۴۲۵، رقم: ۱۲۲۰۱، ۱۲۲۰۵

اور اسی تعلیم پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عمل پیرا رہے:

عن زید هو ابن اسلم عن ابيه قال: كنت مع عبدالله بن عمر رضی الله عنهما بطريق مكة فبلغه عن صفية بنت ابی عبيد شدة وجع، فاسرع السير حتى اذا كان بعد غروب الشفق ثم نزل فصلى المغرب والعتمة يجمع بينهما و قال: إني رايت النبی ﷺ اذا جد به السير اخر المغرب و جمع بينهما۔[1]

''زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ کے سفر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا انہیں اپنی زوجہ محترمہ حضرت صفیہ بنت ابوعبید کے بارے میں خبر پہنچی کہ وہ سخت بیمار ہیں۔ انہوں نے رفتار تیز کر دی اور مغرب کے بعد جب شفق غائب ہوگئی تو سواری سے اترے اور مغرب کی نماز ادا کر کے نماز عشاء بھی اس کے ساتھ ملا کر پڑھ لی اور فرمایا کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ کو سفر طے کرنے میں جلدی ہوتی تو مغرب میں دیر کر کے مغرب و عشاء کو جمع فرما لیتے۔''

۳۔ عورت کے اَزدواجی حقوق

آپ ﷺ کی عطا کردہ تعلیمات کی روشنی میں عورت کے درج ذیل نمایاں حقوق سامنے آتے ہیں:

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الحج، باب المسافر إذا جد به، ۲: ۶۳۹، رقم: ۱۷۱۱

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجهاد، باب السرعة فی السیر، ۳: ۱۰۹۳، رقم: ۲۸۳۸

۳۔ عسقلانی، فتح الباری، ۲: ۵۷۳، رقم: ۱۰۴۱

۴۔ مبارکپوری، تحفة الاحوذی، ۳: ۱۰۲

(۱) شادی کا حق

اسلام سے قبل عورتوں کو مردوں کی ملکیت تصور کیا جاتا تھا اور انہیں نکاح کا حق حاصل نہ تھا۔ اسلام نے عورت کو نکاح کا حق دیا کہ جو یتیم ہو، باندی ہو یا مطلقہ، شریعت کے مقرر کردہ اُصول وضوابط کے اندر رہتے ہوئے اُنہیں نکاح کے حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا:

وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ۔ (۱)

’’اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت (پوری ہونے) کو آ پہنچیں تو جب وہ شرعی دستور کے مطابق باہم رضامند ہو جائیں تو انہیں اپنے شوہروں سے نکاح کرنے سے مت روکو۔‘‘

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ○ (۲)

’’اور تم میں سے جو فوت ہو جائیں اور (اپنی) بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنے آپ کو چار ماہ دس دن انتظار میں روکے رکھیں پھر جب وہ اپنی عدت (پوری ہونے) کو آ پہنچیں تو پھر جو کچھ وہ شرعی دستور کے مطابق اپنے حق میں کریں تم پر اس معاملے میں کوئی مواخذہ نہیں، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے اچھی طرح خبردار ہے○‘‘

وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ○ (۳)

(۱) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۳۲

(۲) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۳۴

(۳) القرآن، النساء، ۴: ۴

"اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے ادا کیا کرو، پھر اگر وہ اس (مہر) میں سے کچھ تمہارے لیے اپنی خوشی سے چھوڑ دیں تو تب اسے (اپنے لیے) سازگار اور خوشگوار سمجھ کر کھاؤ۝"

وَ اَنۡکِحُوا الۡاَیَامٰی مِنۡکُمۡ وَ الصّٰلِحِیۡنَ مِنۡ عِبَادِکُمۡ وَ اِمَآئِکُمۡ اِنۡ یَّکُوۡنُوۡا فُقَرَآءَ یُغۡنِہِمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ۝(۱)

"اور تم اپنے مردوں اور عورتوں میں سے ان کا نکاح کر دیا کرو جو بغیر ازدواجی زندگی کے (رہ رہے) ہوں اور اپنے باصلاحیت غلاموں اور باندیوں کا (نکاح کردیا کرو) اگر وہ محتاج ہوں گے (تو) اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کردیگا اور اللہ بڑی وسعت والا بڑے علم والا ہے۝"

اگرچہ کئی معاشرتی اور سماجی حکمتوں کے پیش نظر اسلام نے مردوں کو ایک سے زائد شادیوں کا حق دیا، مگر اسے بیویوں کے مابین عدل و انصاف سے مشروط ٹھہرایا اور اس صورت میں جب مرد ایک سے زائد بیویوں میں عدل قائم نہ رکھ سکیں، اُنہیں ایک ہی نکاح کرنے کی تلقین کی:

وَ اِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تُقۡسِطُوۡا فِی الۡیَتٰمٰی فَانۡکِحُوۡا مَا طَابَ لَکُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ مَثۡنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۚ فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تَعۡدِلُوۡا فَوَاحِدَۃً اَوۡ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ ؕ ذٰلِکَ اَدۡنٰۤی اَلَّا تَعُوۡلُوۡا۝(۲)

"اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کرسکو گے تو ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمہارے لیے پسندیدہ اور حلال ہوں، دو دو اور تین تین اور چار چار (مگر یہ اجازت بشرط عدل ہے) پھر اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم (زائد بیویوں میں) عدل نہیں کرسکو گے تو صرف ایک ہی عورت سے (نکاح

(۱) القرآن، النور، ۲۴: ۳۲

(۲) القرآن، النساء، ۴: ۳

کرو) یا وہ کنیزیں جو (شرعاً) تمہاری ملکیت میں آئی ہوں یہ بات اس سے قریب تر ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۝‘‘

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ط وَ اِنْ تُصْلِحُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۝(۱)

’’اور تم ہرگز اس بات کی طاقت نہیں رکھتے کہ (ایک سے زائد) بیویوں کے درمیان (پورا پورا) عدل کرسکو اگرچہ تم کتنا ہی چاہو۔ پس (ایک کی طرف) پورے میلانِ طبع کے ساتھ (یوں) نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو (درمیان میں) لٹکتی ہوئی چیز کی طرح چھوڑ دو۔ اور اگر تم اصلاح کرلو اور (حق تلفی و زیادتی سے) بچتے رہو تو اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۝‘‘

ان آیات مبارکہ سے واضح ہے کہ اسلام کا رجحان یک زوجگی کی طرف ہے اور ان حالات میں جہاں اسلام نے ایک سے زائد شادیوں کی اجازت دی ہے اسے عدل و مساوات سے مشروط ٹھہرایا ہے کہ مرد ان تمام معاملات میں جو اس کے بس میں ہیں مثلاً غذا، لباس، مکان، شب باشی اور حسن معاشرت میں سب کے ساتھ عدل کا سلوک کرے۔ گویا ایک سے زائد شادیوں کا قرآنی فرمان حکم نہیں بلکہ اجازت ہے جو بعض حالات میں ناگزیر ہوجاتی ہیں جنگ، حادثات، طبی اور طبعی حالات بعض اوقات ایسی صورت پیدا کردیتے ہیں کہ معاشرے میں اگر ایک سے زائد شادیوں پر پابندی عائد ہو تو وہ سنگین سماجی مشکلات کا شکار ہوجائے جس کے اکثر نظائر ان معاشروں میں دیکھے جاسکتے ہیں جہاں ایک سے زیادہ شادیوں پر قانونی پابندی ہوتی ہے۔ تاہم یہ اسلام کا تصور عدل ہے۔ وہ معاشرہ جہاں ظہور اسلام سے قبل دس دس شادیاں کرنے کا رواج تھا اور ہر طرح کی جنسی بے اعتدالی عام تھی اسلام نے اسے حرام ٹھہرایا اور شادیوں کو صرف چار تک محدود کر کے عورت کے تقدس اور سماجی حقوق کو تحفظ عطا کردیا۔

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۱۲۹

(۲) خیارِ بلوغ کا حق

نابالغ لڑکی یا لڑکے کا بلوغت سے قبل ولی کے کیے ہوئے نکاح کو بالغ ہونے پر رد کر دینے کا اختیار 'خیارِ بلوغ' کہلاتا ہے۔ اسلام نے خواتین کو ازدواجی حقوق عطا کرتے ہوئے خیارِ بلوغ کا حق عطا کیا جو اسلام کے نزدیک انفرادی حقوق کے باب میں ذاتی اختیار کی حیثیت رکھتا ہے۔ احناف کے نزدیک اگر کسی ولی نے نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح کیا ہو تو وہ لڑکا یا لڑکی بالغ ہونے پر خیارِ بلوغ کا حق استعمال کر کے نکاح ختم کر سکتے ہیں۔

جس طرح بالغ خاتون کو یہ اختیار حاصل ہے کہ اگر ولی نے اس کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کیا ہو تو عدم رضا کی بناء پر اسے اس نکاح کو تسلیم نہ کرنے اور باطل قرار دینے کا اختیار حاصل ہے، اسی طرح ایک نابالغہ کو بھی جس کا نکاح نابالغی کے زمانہ میں کسی ولی نے کیا ہو، بلوغ کے بعد عدم رضا کی بناء پر خیار بلوغ حاصل ہے۔

خیارِ بلوغ کے حق کی بناء پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث مبارکہ ہے جس میں قدامہ بن مظعون نے اپنی بھتیجی اور حضرت عثمان بن مظعون کی صاحب زادی کا نکاح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کر دیا تھا اور وہ لڑکی بوقت نکاح نابالغ تھی۔ بلوغت کے بعد اُس لڑکی نے حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس نکاح کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا:

عن عبدالله بن عمر، قال: توفي عثمان بن مظعون، و ترك ابنة له من خويلة بنت حكيم بن أمية بن حارثة بن الأوقص، قال: و أوصى إلى أخيه قدامة بن مظعون، قال عبدالله: و هما خالاى، قال: فخطبت إلى قدامة بن مظعون ابنة عثمان بن مظعون، فزوجنيها، ودخل المغيرة بن شعبة - يعني إلى أمها - فأرغبها في المال، فحطت إليه، و حطت الجارية إلى هوى أمها، فأبتا، حتى

ارتفع أمرهما إلى رسول الله ﷺ، فقال قدامة بن مظعون: يا رسول الله! ابنة أخي، أوصى بها إلي، فزوجتها ابن عمتها عبدالله بن عمر، فلم أقصر بها في الصلاح ولا في الكفاءة، و لكنها امرأة، و إنما حطت إلى هوى أمها۔ قال: فقال رسول الله ﷺ: هي يتيمة، ولا تنكح إلا باذنها۔ قال: فانتزعت والله مني بعد أن ملكتها، فزوجوها المغيرة۔[1]

''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عثمان بن مظعون فوت ہوئے اور پسماندگان میں خویلہ بنت حکیم بن امیہ بن حارثہ بن اوقص سے ایک بیٹی چھوڑی اور اپنے بھائی قدامہ بن مظعون کو وصیت کی۔ راوی عبداللہ کہتے ہیں: یہ دونوں میرے خالو تھے۔ میں نے قدامہ بن مظعون کو عثمان بن مظعون کی بیٹی سے نکاح کا پیغام بھیجا تو اس نے میرا نکاح اس سے کرا دیا اس کے بعد مغیرہ بن شعبہ اس لڑکی کی ماں کے پاس آیا اور اسے مال کا کالچ دیا۔ وہ عورت اس کی طرف مائل ہوگئی اور لڑکی بھی اپنی ماں کی خواہش کی طرف راغب ہوگئی پھر ان دونوں نے انکار کر دیا یہاں تک کہ ان کا معاملہ رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پیش ہوا۔ قدامہ بن مظعون نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے اور میرے بھائی نے مجھے اس کے متعلق وصیت کی تھی پس میں اس کی شادی اس کے ماموں زاد عبداللہ بن عمر سے کر دی۔ میں نے اس کی بھلائی اور کفو میں کوئی کمی نہ کی لیکن یہ عورت اپنی ماں کی خواہش کی طرف مائل ہوگئی اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ یتیم ہے، لہٰذا اس کا نکاح اس کی

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۳۰، رقم: ۶۱۳۶
۲۔ دارقطنی، السنن، ۳: ۲۳۰
۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۱۱۳، ۱۲۰، رقم: ۱۳۴۳۴، ۱۳۴۷۰
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۴: ۲۸۰

اجازت کے بغیر نہیں کیا جا سکتا۔ راوی کہتے ہیں: اس کے بعد میرا اس کے مالک بننے کا جھگڑا ہی ختم ہو گیا اور اس نے مغیرہ سے شادی کر لی۔‘‘

ایک دوسری سند کے ساتھ مروی حدیث مبارکہ میں ان الفاظ کا اضافہ ہے:

فأمره النبی ﷺ أن یفارقها، وقال: لا تنکحوا الیتامٰی حتی تستأمروهن فإن سکتن فهو إذنهن۔[1]

’’پس حضور نبی اکرم ﷺ نے اس کی علیحدگی کا حکم دیا اور فرمایا: یتیم بچیوں کا نکاح ان کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے پس اگر وہ خاموش رہیں تو وہی ان کی اجازت ہے۔‘‘

(۳) مہر کا حق

اسلام نے عورت کو ملکیت کا حق عطا کیا۔ عورت کے حق ملکیت میں جہیز اور مہر کا حق بھی شامل ہے۔ قرآن حکیم نے مردوں کو نہ صرف عورت کی ضروریات کا کفیل بنایا بلکہ اُنہیں تلقین کی کہ اگر وہ مہر کی شکل میں ڈھیروں مال بھی دے چکے ہوں تو واپس نہ لیں، کیونکہ وہ عورت کی ملکیت بن چکا ہے:

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ○[2]

’’اور اگر تم ایک بیوی کے بدلے دوسری بیوی بدلنا چاہو اور تم اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تب بھی اس میں سے کچھ واپس مت لو، کیا تم بہتان تراشی کے ذریعے اور کھلا گناہ کر کے وہ مال واپس لو گے ○‘‘

---

(۱) بیہقی، السنن الکبری، ۷: ۱۲۱

(۲) القرآن، النساء، ۴: ۲۰

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً وَّ مَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ○[1]

''تم پر اس بات میں (بھی) کوئی گناہ نہیں کہ اگر تم نے (اپنی منکوحہ) عورتوں کو ان کے چھونے یا ان کے مہر مقرر کرنے سے بھی پہلے طلاق دے دی ہے تو انہیں (ایسی صورت میں) مناسب خرچہ دیدو، وسعت والے پر اس کی حیثیت کے مطابق (لازم) ہے اور تنگدست پر اس کی حیثیت کے مطابق (بہرطور) یہ خرچ مناسب طریق پر دیا جائے، یہ بھلائی کرنے والوں پر واجب ہے○''

(۴) حقوقِ زوجیت

مرد پر یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ وہ حتی الوسع حقوق زوجیت ادا کرنے سے دریغ نہ کرے۔ جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ اگر خاوند بیوی کو دق کرنا چاہتا تو قسم کھا لیتا کہ میں بیوی سے مقاربت نہیں کروں گا اسے اصطلاح میں ایلاء کہتے ہیں۔ اس طرح عورت معلقہ ہوکررہ جاتی ہے، نہ مطلقہ نہ بیوہ (کہ اور شادی ہی کر سکے) اور نہ شوہر والی۔ کیونکہ شوہر نے اس سے قطع تعلق کر لیا ہے۔ یہ رویہ دُرست نہیں کیونکہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے حلال ٹھہرائی ہے، انسان کا کوئی حق نہیں کہ اسے اپنے اُوپر حرام قرار دے لے۔ قرآن کہتا ہے:

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○[2]

''جو لوگ اپنی بیویوں کے قریب نہ جانے کی قسم کھالیں تو ان کے لیے چار ماہ

(۱) القرآن، البقرہ، ۲:۲۳۶

(۲) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۲۶

کی مہلت ہے۔ پھر اگر وہ اس مدت کے اندر رجوع کر لیں اور آپس میں ملاپ کر لیں تو اللہ رحمت سے بخشنے والا ہےo‘‘

یعنی اگر بیوی کی کسی غلطی کی وجہ سے تم نے یہ قسم کھائی ہے تو عفو و درگزر کرتے ہوئے اسے معاف کر دو، اور اگر کسی معقول سبب کے بغیر تم نے یوں ہی قسم کھالی تھی تو قسم کا کفارہ دے کر رجوع کر لو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری غلطیوں کو بخش دے گا۔ اگر خاوند چار ماہ تک رجوع نہ کرے، تو پھر بعض فقہاء کے نزدیک خود بخود طلاق واقع ہو جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قال النبي: ﷺ إنک لتصوم الدهر و تقوم اليل. فقلت: نعم، قال: انک اذا فعلت ذلک هجمت له العين، و نفهت له النفس، لا صام من صام الدهر، صوم ثلاثة أيام صوم الدهر كله. قلت: فاني أطيق أكثر من ذلک، قال فصم صوم داؤد عليه السلام، كان يصوم يوما و يفطر يوما۔[1]

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الصوم، باب صوم داود، ۲:۶۹۸، رقم: ۱۸۷۸

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الصوم، باب نهى عن صوم الدهر، ۲:۸۱۳، رقم: ۱۱۵۹

۳۔ ترمذي، السنن، كتاب الصوم عن رسول الله، باب ما جاء في سرد الصوم، ۳:۱۴۰، رقم: ۷۷۰

۴۔ دارمي، السنن، ۲:۳۳، رقم: ۱۷۵۲

۵۔ ابن حبان، الصحيح، ۶:۳۲۵، رقم: ۲۵۹۰، ۱۴:۱۱۸، رقم: ۶۲۲۶

۶۔ ابن خزيمه، الصحيح، ۲:۱۸۱، رقم: ۱۱۴۵

۷۔ بيهقي، السنن الصغرى، ۱:۴۷۷، رقم: ۸۳۸

۸۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۳:۱۹۳

۹۔ ابن كثير، تفسير القرآن العظيم، ۳:۵۳۰

''حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم ہمیشہ روزہ رکھتے اور ہمیشہ قیام کرتے ہو؟ میں عرض گزار ہوا: جی۔ فرمایا: اگر ایسا کرتے رہو گے تو تمہاری آنکھوں میں گڑھے پڑ جائیں گے اور تمہارا جسم بے جان ہو جائے گا، نیز ہر مہینے میں تین روزے رکھنا گویا ہمیشہ روزہ رکھنا ہے۔ میں نے عرض کیا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا: داؤد علیہ السلام والے روزے رکھ لیا کرو جو ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن نہیں رکھتے تھے اور جب دشمن سے مقابلہ ہوتا تو پیٹھ نہیں دکھاتے تھے۔''

عبادت میں زیادہ شغف بھی بیوی سے بے توجہی کا باعث ہوسکتا ہے۔ اگر خاوند دن بھر روزہ رکھے اور راتوں کو نمازیں پڑھتا رہے تو ظاہر ہے کہ وہ بیوی کے حقوق ادا کرنے سے قاصر رہے گا۔ حضور اکرم ﷺ نے اسی لیے صوم وصال یعنی روزے پر روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے اور زیادہ سے زیادہ صوم داؤدی کی اجازت دی ہے کہ ایک دن روزہ رکھو، ایک دن نہ رکھو۔

اسی طرح عبادت میں بھی اعتدال کا حکم فرمایا:

عن عون بن ابی حجیفه، عن ابیه قال: اخی النبی ﷺ بین سلمان و ابی الدرداء فزار سلمان ابا الدرداء فرأی ام الدرداء متبذلة، فقال لها: ماشانک؟ قالت: اخوک ابوالدرداء لیس له حاجة فی الدنیا، فجاء ابوالدرداء فصنع له طعاما، فقال: کل. قال: فانی صائم، قال: ما انا باکل حتی تاکل، قال: فاکل، فلما کان اللیل ذهب ابوالدرداء یقوم. قال: نم، فنام ثم ذهب یقوم. فقال: نم، فلما کان من اخر اللیل قال سلمان، قم الان فصلیا. فقال له سلمان: ان لربک علیک حقا ولنفسک علیک حقا ولاهلک علیک حقا فاعط کل ذی حق حقه. فاتی النبی ﷺ

فذکر ذلک له فقال النبی ﷺ: صدق سلمان۔(۱)

’’حضرت ابوجحیفہ ﷛ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہما کے درمیان بھائی چارہ کرا دیا تھا۔ حضرت سلمان ایک روز حضرت ابودرداء ﷛ کے مکان پر گئے۔ اُم درداء کو غمگین دیکھا تو حضرت سلمان ﷛ نے ان سے پوچھا: کہو، یہ کیا حال کر رکھا ہے؟ اُم درداء کہنے لگیں: تمہارے بھائی ابودرداء کو دُنیا کی ضرورت نہیں ہے۔ اتنے میں ابودرداء آ گئے، کھانا تیار کروایا گیا اور کہا کہ آپ کھائیں۔ سلمان بولے میرا روزہ ہے۔ ابودرداء نے کہا جب تک تم نہیں کھاؤ گے میں بھی نہیں کھاؤں گا۔ جب رات ہوئی (اور دونوں نے کھانا کھا لیا) تو ابودرداء نماز کے لیے اُٹھنے لگے۔ سلمان بولے سو جاؤ۔ اس پر ابودرداء سو گئے۔ (رات گئے پھر کسی وقت) اُٹھے اور (نماز کے لیے) جانے لگے تو سلمان نے پھر کہا سو جاؤ۔ ابودرداء پھر سو گئے۔ اخیر رات میں سلمان نے کہا، اب اُٹھو۔ چنانچہ دونوں نے اُٹھ کر نماز ادا کی۔ پھر سلمان کہنے لگے، تمہارے رب کا بھی تم پر حق ہے، اور نفس کا بھی، اور گھر والوں کا بھی۔ لہٰذا ہر ایک حقدار کا حق ادا کرو۔ دن میں جب ابودرداء حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سلمان نے سچ کہا۔‘‘

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الصوم، باب من أقسم علی أخیه، ۲: ۶۹۴، رقم: ۱۸۶۷

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب الزهد، باب منه، ۴: ۶۰۸، رقم: ۲۴۱۳

۳۔ ابویعلیٰ، المسند، ۲: ۱۹۳، رقم: ۸۹۸

۴۔ واسطی، تاریخ واسط، ۱: ۲۳۳

۵۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ۲: ۶۳۷

۶۔ زیلعی، نصب الرایة، ۲: ۴۶۵

اسی طرح کا واقعہ حضرت عثمان بن مظعون ﷺ سے متعلق بیان ہوا ہے۔ حضرت عثمان بہت عبادت گزار اور راہبانہ زندگی بسر کرنے والے تھے۔ ایک دن ان کی بیوی خولہ بنت حکیم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں، تو اُنھوں نے دیکھا کہ وہ ہر طرح کے زنانہ بناؤ سنگھار سے عاری ہیں۔ پوچھا کہ کیا سبب ہے؟ بولیں کہ میرے میاں دن بھر روزہ رکھتے ہیں، رات بھر نمازیں پڑھتے ہیں۔ میں سنگھار کس کے لیے کروں؟ جب آپ ﷺ تشریف لائے تو حضرت عائشہ نے قصہ بیان کیا۔ اس پر حضور علیہ السلام عثمان کے پاس گئے اور اُن سے فرمایا:

يا عثمان! ان الرهبانية لم تكتب علينا، أفمالك فيّ أسوة؟[1]

''عثمان ہمیں رہبانیت کا حکم نہیں ہوا ہے۔ کیا تمہارے لیے میرا طرزِ زندگی پیروی کے لائق نہیں؟''

آپ ﷺ نے اس بارے میں صحابہ سے خاص طور پر فرمایا:

والله! اني لأخشاكم لله و اتقاكم له لكني أصوم وأفطر وأصلي وأرقد، وأتزوج النساء فمن رغب عن سنتي فليس مني۔[2]

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶:۲۲۶، رقم: ۲۵۹۳۵
۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۱:۱۸۵، رقم: ۹
۳۔ عبدالرزاق، المصنف، ۶:۱۶۸، رقم: ۱۰۳۷۵
۴۔ عبدالرزاق، المصنف، ۷:۱۵۰، رقم: ۱۲۵۹۱
۵۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۹:۳۸، رقم: ۸۳۱۹
۶۔ ہیثمی، موارد الظمآن، ۱:۳۱۳، رقم: ۱۲۸۸
۷۔ ابن جوزی، صفوة الصفوه، ۱:۴۵۲

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب النكاح، باب ترغيب النكاح، ۵: ۱۹۴۹، رقم: ۴۷۷۶

’’خدا کی قسم، میں تمہاری نسبت خدا سے بہت زیادہ ڈرتا ہوں اور بہت متقی ہوں۔ اس کے باوجود روزہ بھی رکھتا ہوں، اور افطار بھی کرتا ہوں۔ نماز بھی پڑھتا ہوں، سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ پس جو میری سنت سے روگردانی کرے گا، وہ میرے طریقے پر نہیں۔‘‘

اس کے مقابلے میں عورت کو بھی یہ حکم دیا کہ وہ شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے۔ ارشاد فرمایا:

لا تصوم المرأۃ وبعلها شاهد إلا باذنه۔ (1)

...... ۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح، ۲: ۱۰۲۰، رقم: ۱۴۰۱

۳۔ نسائی، السنن، کتاب النکاح، باب النهی عن التبتل، ۶: ۶۰، رقم: ۳۲۱۷

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱: ۱۹۰، رقم: ۱۴

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۲: ۲۰، رقم: ۳۱۷

۶۔ بیهقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۷۷، رقم: ۱۳۲۲۶

۷۔ احمد بن حنبل، مسند، ۲: ۱۵۸، رقم: ۶۴۷۸

۸۔ عبد بن حمید، مسند، ۱: ۳۹۲، رقم: ۱۳۱۸

۹۔ بیهقی، شعب الایمان، ۴: ۳۸۱، رقم: ۵۳۷۷

۱۰۔ منذری، الترغیب و الترهیب، ۳: ۳۰، رقم: ۲۹۵۳

۱۱۔ دیلمی، الفردوس بماثور الخطاب، ۴: ۳۵۸، رقم: ۷۰۳۰

۱۲۔ عسقلانی، فتح الباری، ۹: ۱۰۵

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الصوم، باب صوم المرأۃ، ۵: ۱۹۹۳، رقم: ۴۸۹۶

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الصوم، باب ما جاء فی کراهیة، ۳: ۱۵۱، رقم: ۷۸۲

←

"اپنے خاوند کی موجودگی میں عورت (نفلی) روزہ نہ رکھے مگر اس کی اجازت سے۔"

حضور نبی اکرم ﷺ نے بیوی کے حق کی اہمیت کو اپنی سنت مبارکہ سے واضح فرمایا۔ آپ کا طریقہ مبارک یہ تھا کہ کسی سفر یا غزوہ پر تشریف لے جاتے تو بیویوں میں قرعہ ڈالتے اور جس کے نام قرعہ نکل آتا، اُسے ساتھ لے جاتے۔(۱)

ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ حسبِ معمول شہر میں گشت کر رہے تھے کہ اُنہوں نے ایک عورت کی زبان سے یہ شعر سنے:

تطاول هذا الليل تسرى كواكبه
وارّقني ان لاضجيع ألاعبه

فوالله لولا الله تخشي عواقبه
لَزُحزِحَ من هذا السرير جوانبه(۲)

(یہ رات کس قدر لمبی ہو گئی ہے۔ اور اس کے کنارے کس قدر چھوٹے ہو گئے

۳۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الصوم، باب المرأة تصوم، ۲: ۳۳۰، رقم: ۲۴۵۸

۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۲: ۲۴۷، رقم: ۳۲۸۹

۵۔ دارمی، السنن، ۲: ۲۱، رقم: ۱۷۲۰

۶۔ ابن حبان، الصحیح، ۸: ۳۳۹، رقم: ۳۵۷۲

۷۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۳: ۳۱۹، رقم: ۲۱۶۸

۸۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۱۹۱، رقم: ۷۳۲۹

۹۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۴: ۱۹۲، رقم: ۷۶۳۹

۱۰۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۳: ۲۰۰

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب النکاح، باب القرعة بین النساء، ۵: ۱۹۹۹، رقم: ۴۹۱۳

(۲) سیوطی، تاریخ الخلفاء: ۱۳۹

ہیں اور میں رو رہی ہوں کہ میرا شوہر میرے پاس نہیں ہے کہ اس کے ساتھ ہنس کھیل کر اس رات کو گزار دوں۔ خدا کی قسم خدا کا ڈر نہ ہوتا تو اس تخت کے پائے ہلا دیئے جاتے۔)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سُن کر افسوس کیا اور فوراً اپنی صاحبزادی اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور پوچھا بیٹی! ایک عورت شوہر کے بغیر کتنے دن گزار سکتی ہے؟ اُنہوں نے جواب دیا: ''چار ماہ۔'' اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حکم جاری کر دیا کہ کوئی شخص چار ماہ سے زیادہ فوج کے ساتھ باہر نہ رہے۔ خود قرآن حکیم نے یہ معیاد مقرر کی ہے:

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝(۱)

''جو لوگ اپنی بیویوں کے قریب نہ جانے کی قسم کھالیں، ان کے لیے چار مہینے کی مہلت ہے۔ پھر اگر وہ (اس مدت کے اندر) رجوع کر لیں (اور آپس میں میل ملاپ کر لیں) تو اللہ رحمت سے بخشنے والا ہے۝''

گویا یہاں قرآن حکیم نے اس امر کو واضح کر دیا کہ خاوند اور بیوی زیادہ سے زیادہ چار ماہ تک علیحدہ رہ سکتے ہیں، اس سے تجاوز نہیں کر سکتے۔ اگر وہ اس دوران صلح کر لیں تو درست ہے۔ اس سے زیادہ بیوی اور شوہر کا الگ الگ رہنا دونوں کے لیے جسمانی، روحانی اور اخلاقی لحاظ سے مضر ہے۔ یہی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے جواب کا مقصود تھا اور اسی کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم نافذ کیا۔

(۵) کفالت کا حق

مرد کو عورت کی جملہ ضروریات کا کفیل بنایا گیا ہے۔ اس میں اُس کی خوراک،

(۱) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۲۶

سکونت، لباس، زیورات وغیرہ شامل ہیں:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ۔ (۱)

''مرد عورتوں پر محافظ و منتظم ہیں اس لیے کہ اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، اور اس وجہ سے (بھی) کہ مرد (ان پر) اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔''

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ وَ عَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ؕ وَ اِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّا اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ (۲)

''اور مائیں اپنے بچوں کو دو برس تک دودھ پلائیں یہ (حکم) اس کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے، اور دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور پہننا دستور کے مطابق بچے کے باپ کے ذمہ ہے، کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہ دی جائے (اور) نہ ماں کو اس کے بچے کے باعث نقصان پہنچایا جائے اور نہ باپ کو اس کی اولاد کے سبب سے، اور وارثوں پر بھی یہی حکم عائد ہوگا، پھر اگر ماں باپ دونوں باہمی رضامندی اور مشورے سے (دو برس سے پہلے ہی) دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں، اور پھر اگر تم اپنی

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۳۴

(۲) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۳۳

اولاد کو (دایہ سے) دودھ پلانے کا ارادہ رکھتے ہو تب بھی تم پر کوئی گناہ نہیں جبکہ جو تم دستور کے مطابق دیتے ہو انہیں ادا کر دو، اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ جان لو کہ بے شک جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُسے خوب دیکھنے والا ہےo"

وَ لِلۡمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ؕ حَقًّا عَلَى الۡمُتَّقِيۡنَo(۱)

"اور طلاق یافتہ عورتوں کو بھی مناسب طریقے سے خرچ دیا جائے، یہ پرہیزگاروں پر واجب ہےo"

يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ اِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوۡهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحۡصُوا الۡعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمۡ ۚ لَا تُخۡرِجُوۡهُنَّ مِنۡۢ بُيُوۡتِهِنَّ وَلَا يَخۡرُجۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ يَّاۡتِيۡنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ(۲)

"اے نبی! (مسلمانوں سے فرما دیں) جب تم عورتوں کو طلاق دینا چاہو تو اُن کے طُہر کے زمانہ میں انہیں طلاق دو اور عِدّت کو شمار کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے، اور انہیں اُن کے گھروں سے باہر مت نکالو اور نہ وہ خود باہر نکلیں سوائے اس کے کہ وہ کھلی بے حیائی کر بیٹھیں۔"

اَسۡكِنُوۡهُنَّ مِنۡ حَيۡثُ سَكَنۡتُمۡ مِّنۡ وُّجۡدِكُمۡ وَلَا تُضَآرُّوۡهُنَّ لِتُضَيِّقُوۡا عَلَيۡهِنَّ ؕ وَاِنۡ كُنَّ اُولَاتِ حَمۡلٍ فَاَنۡفِقُوۡا عَلَيۡهِنَّ حَتّٰى يَضَعۡنَ حَمۡلَهُنَّ ۚ فَاِنۡ اَرۡضَعۡنَ لَكُمۡ فَاٰتُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ ۚ وَاۡتَمِرُوۡا بَيۡنَكُمۡ بِمَعۡرُوۡفٍ ۚ وَاِنۡ تَعَاسَرۡتُمۡ فَسَتُرۡضِعُ لَهٗۤ اُخۡرٰىo لِيُنۡفِقۡ ذُوۡ سَعَةٍ مِّنۡ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنۡ قُدِرَ عَلَيۡهِ رِزۡقُهٗ فَلۡيُنۡفِقۡ مِمَّاۤ اٰتٰٮهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفۡسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰٮهَا ؕ سَيَجۡعَلُ اللّٰهُ بَعۡدَ عُسۡرٍ يُّسۡرًاo(۳)

---

(۱) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۴۱

(۲) القرآن، الطلاق، ۶۵: ۱

(۳) القرآن، الطلاق، ۶۵: ۶، ۷

’’تم اُن (مطلقہ) عورتوں کو وہیں رکھو جہاں تم اپنی وسعت کے مطابق رہتے ہو اور انہیں تکلیف مت پہنچاؤ کہ اُن پر (رہنے کا ٹھکانا) تنگ کردو، اور اگر وہ حاملہ ہوں تو اُن پر خرچ کرتے رہو یہاں تک کہ وہ اپنا بچہ جَن لیں، پھر اگر وہ تمہاری خاطر (بچے کو) دودھ پلائیں تو انہیں اُن کا معاوضہ ادا کرتے رہو، اور آپس میں (ایک دوسرے سے) نیک بات کا مشورہ (حسبِ دستور) کر لیا کرو، اور اگر تم باہم دشواری محسوس کرو تو اسے (اب کوئی) دوسری عورت دودھ پلائے گیo صاحبِ وسعت کو اپنی وسعت (کے لحاظ) سے خرچ کرنا چاہیے، اور جس شخص پر اُس کا رِزق تنگ کر دیا گیا ہو تو وہ اُسی (روزی) میں سے (بطورِ نفقہ) خرچ کرے جو اُسے اللہ نے عطا فرمائی ہے۔ اللہ کسی شخص کو مکلّف نہیں ٹھہراتا مگر اسی قدر جتنا کہ اُس نے اسے عطا فرما رکھا ہے، اللہ عنقریب تنگی کے بعد کشائش پیدا فرما دے گاo‘‘

حضور نبی اکرم ﷺ نے احادیث مبارکہ میں عورت کے اس حق کی پاسداری کی تلقین فرمائی:

۱۔ فاتقو اللہ فی النساء فإنکم اخذتموھن بامان اللہ واستحللتم فروجھن بکلمة اللہ، ولکم علیھن ان لا یوطئن فرشکم احدا تکرھونه، فان فعلن ذلک فاضربوھن ضربا غیر مبرح، ولھن علیکم رزقھن و کسوتھن بالمعروف۔(۱)

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ، ۲: ۸۸۹، رقم: ۱۲۱۸

۲۔ ابن ماجه، السنن، کتاب المناسك، باب حجة رسول اللہ ﷺ، ۲: ۱۰۲۵، رقم: ۳۰۷۴

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۴: ۳۱۱، ۹: ۲۵۷

''عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہو کیونکہ تم نے انہیں اللہ کی امانت کے طور پر اپنے ماتحت کیا ہے اور اللہ کے کلمہ (نکاح) سے انہیں اپنے لیے حلال کیا ہے۔ ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ کسی آدمی کو تمہارا بستر نہ روندنے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو۔ اگر وہ ایسا کریں تو تم اُن کو ایسی سزا دو جس سے چوٹ نہ لگے اور ان کا تمہارے اوپر یہ حق ہے کہ تم انہیں دستور (شرعی) کے موافق خوراک اور لباس فراہم کرو۔''

۲۔ حکیم بن معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

أن رجلا سأل النبي ﷺ: ما حق المرأة على الزوج؟ قال: أن يطعمها إذا طعم، و أن يكسوها إذا اكتسى، ولا يضرب الوجه،

۴۔ دارمی، السنن، ۲:۶۹، رقم: ۱۸۵۰ ....

۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۳:۳۳۶، رقم: ۱۴۷۰۶

۶۔ عبد بن حمید، المسند، ۱:۳۴۳، رقم: ۱۱۳۵

۷۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷:۱۴۴، رقم: ۱۳۶۰۱

۸۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷:۲۹۵، رقم: ۱۴۵۰۲

۹۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱:۲۷۲

۱۰۔ ابن حزم، المحلی، ۹:۵۱۰، ۱۰:۷۲

۱۱۔ ابن قدامہ، المغنی، ۳:۲۰۳

۱۲۔ اندلسی، حجۃ الوداع، ۱:۱۶۹، رقم: ۹۲

۱۳۔ محمد بن اسحاق، اخبار مکۃ، ۳:۱۲۷، رقم: ۱۸۹۱

۱۴۔ ابونعیم، المسند، ۳:۳۱۸، رقم: ۲۸۲۸

۱۵۔ ابوطیب، عون المعبود، ۵:۲۶۳

۱۶۔ ابن حبان، الثقات، ۲:۱۲۸

۱۷۔ اندلسی، تحفۃ المحتاج، ۲:۱۶۱

ولا یقبح، ولا یھجر إلا فی البیت۔ (۱)

''ایک آدمی نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کیا: عورت کا خاوند پر کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب خود کھائے تو اسے بھی کھلائے، جب خود پہنے تو اسے بھی پہنائے، اس کے منہ پر نہ مارے، اُسے برا نہ کہے اور گھر کے علاوہ تنہا کہیں نہ چھوڑے۔''

۳۔ حضرت ابوسفیان ﷺ کی بیوی ہندہ کے اپنے خاوند کی کنجوسی کی شکایت کرنے پر آپ ﷺ نے فرمایا:

خذی ما یکفیک و ولدک بالمعروف۔ (۲)

---

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب النکاح، باب حق المرأۃ، ۱: ۵۹۳، رقم: ۱۸۵۰

۲۔ ابو داؤد، السنن، کتاب النکاح، باب فی حق المرأۃ، ۲: ۲۴۴، رقم: ۲۱۴۲

۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی حق المرأۃ، ۳: ۴۶۶، رقم: ۱۱۶۲

۴۔ نسائی، السنن الکبری، ۵: ۳۷۳، رقم: ۹۱۷۱

۵۔ نسائی، السنن الکبری، ۶: ۳۲۳، رقم: ۱۱۱۰۴

۶۔ ابن حبان، الصحیح، ۹: ۴۸۲، رقم: ۴۱۷۵

۷۔ بیہقی، السنن الکبری، ۷: ۲۹۵

۸۔ ہیثمی، موارد الظمآن: ۳۱۳، رقم: ۱۲۸۶

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب النفقات، باب إذا لم ینفق الرجل، ۵: ۲۰۵۲، رقم: ۵۰۴۹

۲۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب التجارات، باب التغلیظ فی الرباء ۲: ۷۶۹، رقم: ۲۲۹۳

”تو (ابوسفیان کے مال سے) اتنا مال لے سکتی ہے جو تجھے اور تیرے بچوں کے لیے باعزت طور پر کافی ہو۔“

اگر نفقہ واجب نہ ہوتا تو آپ ﷺ اسے ابوسفیان کی اجازت کے بغیر مال لینے کی اجازت نہ فرماتے۔

مسلم فقہاء نے عورت کے اس حق کو نہ صرف قرآن وسنت بلکہ اجماع و عقلی طور پر بھی ثابت قرار دیا۔ الکاسانی کے مطابق:

”جہاں تک اجماع سے وجوبِ نفقہ کا معاملہ ہے تو اس سلسلے میں پوری امت کا اجماع ہے کہ خاوند پر بیوی کا نفقہ واجب ہے۔

”عقلی طور پر شوہر پر بیوی کا نفقہ واجب ہونا اس طرح ہے کہ وہ خاوند کے حق کے طور پر اس کی قید نکاح میں ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کی قید نکاح کا نفع بھی خاوند ہی کو لوٹ رہا ہے لہٰذا اس کی کفالت بھی خاوند کے ذمہ ہی ہونی چاہیے۔ اگر اس کی کفالت کی ذمہ داری خاوند پر نہ ڈالی جائے اور نہ وہ خود خاوند کے حق کے باعث باہر نکل کر کما سکے تو اس طرح وہ ہلاک ہو جائے گی لہٰذا اس کا نفقہ خاوند کے ذمہ ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ قاضی کا خرچہ مسلمانوں کے بیت المال سے مقرر کیا گیا ہے کیونکہ وہ انہی کے کام میں محبوس (روکا گیا) ہے اور کسی دوسرے ذریعے سے کمائی نہیں کرسکتا لہٰذا اس کے اخراجات ان کے مال یعنی

۳۔ دارمی، السنن، ۲: ۲۱۱، رقم: ۲۲۵۹

۴۔ ابن راہویہ، المسند، ۲: ۲۲۴، رقم: ۷۳۲

۵۔ ابویعلیٰ، المسند، ۸: ۹۸، رقم: ۴۶۳۶

۶۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱۰: ۲۷۰، رقم: ۲۱۸۷

۷۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۸: ۲۳۷

۸۔ ابن قدامہ، المغنی، ۸: ۱۵۶، ۱۶۱؛ ۱۰: ۲۷۶

۹۔ شوکانی، نیل الاوطار، ۷: ۱۳۱

بیت المال سے وضع کیے جائیں گے۔ اسی طرح یہاں (عورت کے نفقہ میں) ہے۔"(۱)

(۶) اِعتماد کا حق

عورت کا مرد پر یہ بھی حق ہے کہ وہ عورت پر اعتماد کرے، گھر کے معاملات میں اس سے مشورہ کرتا رہے۔ خود حضور نبی اکرم ﷺ کا عمل اس معاملے میں یہی تھا۔ قرآن حکیم میں ہے:

وَإِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ إِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَ اَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ۔(۲)

"اور جب نبیؐ (مکرّم ﷺ) نے اپنی ایک زوجہ سے ایک رازدارانہ بات ارشاد فرمائی، پھر جب وہ اُس (بات) کا ذکر کر بیٹھیں اور اللہ نے نبی (ﷺ) پر اسے ظاہر فرما دیا تو نبی (ﷺ) نے انہیں اس کا کچھ حصہ جتا دیا اور کچھ حصہ (بتانے) سے چشم پوشی فرمائی۔"

گھریلو معاملات میں عورت، مرد کی راز دان ہے لیکن اگر عورت غلطی یا نادانی سے کوئی خلاف مصلحت کام کر بیٹھے تو مرد کو چاہیے کہ اس کی تشہیر نہ کرے، نہ اسے اعلانیہ ملامت کرے، جس سے معاشرے میں اس کی سبکی ہو۔ عورت کی عزت و وقار کی حفاظت مرد کا فرض اوّلین ہے کیونکہ یہ خود اس کی عزت اور وقار ہے۔ عورت کی سبکی اُس کی عزت اور وقار کے مجروح ہونے کا باعث بنتی ہے۔ مرد کو چاہیے کہ اسے اس کی غلطی سے آگاہ کر دے اور آئندہ کے لیے اسے محتاط رہنے کا مشورہ دے۔ قرآن حکیم نے عورت اور مرد کے تعلقات کو ایک نہایت لطیف مثال کے ذریعے بیان کیا ہے۔

---

(۱) کاسانی، بدائع الصنائع، ۴: ۴۶

(۲) القرآن، التحریم، ۶۶: ۳

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ۔ (۱)

”عورتیں تمہارے لیے لباس (کا درجہ رکھتی) ہیں اور تم ان کے لیے لباس (کا درجہ رکھتے) ہو۔“

اور لباس سے متعلق ایک دوسری جگہ کہا:

يٰبَنِىْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِىْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا۔ (۲)

” اے لوگو! ہم نے تمہیں لباس دیا ہے، جو تمہارے عیب ڈھانکتا ہے اور تمہاری زینت (اور آرائش کا ذریعہ) ہے۔“

یعنی مرد اور عورت ایک دوسرے کی خامیوں اور کوتاہیوں کا ازالہ کرنے والے ہیں۔ مرد کا فرض ہے کہ وہ عورت کی غلطیوں پر پردہ ڈالے اور عورت کو چاہیے کہ وہ مرد کے نقائص ظاہر نہ ہونے دے۔

(۷) حسنِ سلوک کا حق

ازدواجی زندگی میں اگر مرد اور عورت کے ایک دوسرے پر حقوق ہیں تو ذمہ داریاں بھی ہیں۔ پہلے مرد کو حکم دیا:

عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ (۳)

”عورتوں کے ساتھ معاشرت میں نیکی اور انصاف ملحوظ رکھو۔“

اسلام سے پہلے عرب میں عورت کی خاندانی زندگی نہایت قابل رحم تھی۔ قدر و منزلت تو درکنار اسے جانوروں سے زیادہ وقعت نہیں دی جاتی تھی۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

(۱) القرآن، البقرہ، ۲: ۱۸۷

(۲) القرآن، الاعراف، ۷: ۲۶

(۳) القرآن، النساء، ۴: ۹

ان كنا في الجاهلية ما نعد للنساء امرا حتى انزل الله تعالى فيهن ما انزل و قسم لهن ما قسم۔(۱)

''خدا کی قسم زمانہ جاہلیت میں ہماری نظر میں عورتوں کی کوئی حیثیت نہیں تھی، حتیٰ کہ خدا نے ان سے متعلق جو احکام نازل کرنا چاہے نازل کر دیئے اور جو حقوق ان کے مقرر کرنا تھے، مقرر کر دیئے۔''

اور تو اور عورت، جانوروں اور دوسرے ساز و سامان کی طرح رہن تک رکھی جاسکتی تھی۔(۲)

وہ رہن ہی نہیں رکھی جاتی تھی بلکہ فروخت بھی کی جاتی تھی غرضیکہ وہ محض مرد کی خواہشات نفسانی کی تسکین کا ذریعہ تھی اور مرد پر اس کی طرف سے کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی تھی۔ اسلام نے بتایا کہ عورت کے بھی مرد پر ایسے ہی حقوق ہیں جیسے مرد کے عورت پر ہیں اور وہ ہر طرح کے انصاف اور نیک سلوک کی حقدار ہے۔

اسلام نے نکاح کو ایک معاہدہ قرار دے کر بھی اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا○(۳)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب النکاح، باب حکم العزل، ۲: ۱۰۶۸، رقم: ۱۴۷۹

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب تفسیر القرآن، باب تبتغی مرضاۃ، ۴: ۱۸۸۶، رقم: ۴۶۲۹

۳۔ ابوعوانہ، المسند، ۳: ۱۶۷

۴۔ عسقلانی، فتح الباری، ۸: ۶۵۸، رقم: ۴۶۲۹

۵۔ عسقلانی، فتح الباری، ۹: ۲۸۱

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب الرهن، باب رهن السلاح، ۲: ۸۸۷، رقم: ۲۳۷۵

(۳) القرآن، النساء، ۴: ۲۱

''اور تمہاری عورتیں تم سے مضبوط عہد لے چکی ہیں o''

اس ''مضبوط عہد'' کی تفسیر خود حضور نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبے میں یوں فرمائی:

اتقوا اللہ فی النساء فانکم اخذتموھن بامانۃ اللہ۔[1]

''عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، کیونکہ تم نے اُنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور امانت لیا ہے۔''

گویا نکاح کو ایک امانت قرار دیا ہے اور جیسے ہر ایک معاہدے میں دونوں فریقوں کے کچھ حقوق ہوتے ہیں اور ان پر کچھ ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں، اسی طرح امانت کا حال ہے۔ چونکہ نکاح ایک معاہدہ اور ایک امانت ہے، اس لیے جیسے مرد کے عورت پر بعض حقوق ہیں، ویسے ہی عورت کی طرف سے اس کے ذمے بعض فرائض بھی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سب سے پہلے عورتوں سے گھریلو زندگی میں نیکی اور انصاف کا سلوک کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس حسن سلوک کی تاکید کرتے ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، کتاب المناسک، باب صفة حجة النبی ﷺ، ۲:۱۸۵، رقم: ۱۹۰۵

۲۔ ابن ماجه، السنن، کتاب المناسک، باب حجة رسول اللہ ﷺ، ۲:۱۰۲۵، رقم: ۳۰۷۴

۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۲:۴۲۱، رقم: ۴۰۰۱

۴۔ ابن خزیمه، الصحیح، ۴:۲۵۱، رقم: ۲۸۰۹

۵۔ دارمی، السنن، ۲:۶۹، رقم: ۱۸۵۰

۶۔ عبد بن حمید، المسند، ۱:۳۴۳، رقم: ۱۱۳۵

۷۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۵:۸

۸۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷:۱۴۴، ۲۹۵، ۳۰۴

۹۔ ابن قدامه، المغنی، ۳:۲۰۳

خیر کم خیر کم لأهله۔ (۱)

''تم میں سے اچھا وہی ہے جو اپنے اہل (یعنی بیوی بچوں) کے لیے اچھا ہے۔''

(۸) تشدد سے تحفظ کا حق

خاوند پر بیوی کا یہ حق ہے کہ وہ بیوی پر ظلم اور زیادتی نہ کرے:

وَلَا تُمۡسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعۡتَدُوا وَمَنۡ يَّفۡعَلۡ ذٰلِكَ فَقَدۡ ظَلَمَ نَفۡسَهٗ وَلَا تَتَّخِذُوٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا۔ (۲)

''اور ان کو ضرر پہنچانے اور زیادتی کرنے کے لئے نہ روکے رکھو۔ جو ایسا کرے گا اس نے گویا اپنے آپ پر ظلم کیا اور اللہ کے احکام کو مذاق نہ بنا لو۔''

یہ آیت ان احکام سے متعلق ہے جہاں خاوند کو بار بار طلاق دینے اور رجوع کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ بعض خاوند بیوی کو دق کرنا چاہتے ہیں اس لئے اسے معروف

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب فضل أزواج النبی ﷺ، ۵: ۷۰۹، رقم: ۳۸۹۵

۲۔ ابن ماجه، السنن، کتاب النکاح، باب حسن معاشرة النساء، ۱: ۶۳۶، رقم: ۱۹۷۷

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۹: ۴۸۴، رقم: ۴۱۷۷

۴۔ دارمی، السنن، ۲: ۲۱۲، رقم: ۲۲۶۰

۵۔ بزار، المسند، ۳: ۱۹۷، رقم: ۹۷۴

۶۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۹: ۳۶۳، رقم: ۸۵۳

۷۔ قضاعی، مسند الشهاب، ۲: ۲۲۷، رقم: ۱۲۴۳

۸۔ بیهقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۴۶۸

(۲) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۳۱

طریقے سے طلاق دے کر آزاد نہیں کر دیتے، بلکہ طلاق دیتے ہیں اور پھر رجوع کر لیتے ہیں، پھر طلاق دیتے ہیں اور پھر کچھ دن کے بعد رجوع کر لیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عورت ایک دائمی اذیت میں مبتلا رہتی ہے۔ یہ گویا اللہ کے احکام اور رعایتوں سے تمسخر ہے۔ اس سے منع فرمایا گیا کہ ان کو ظلم اور زیادتی کے لئے نہ روک رکھو۔ اس آیت مبارکہ میں یہاں ایک عام اصول بیان کر دیا ہے کہ عورت پر ظلم اور زیادتی نہ کرو۔ ظلم اور زیادتی کی تعیین نہیں کی، کیونکہ یہ جسمانی بھی ہوسکتی ہے، ذہنی اور روحانی بھی۔

(۹) بچوں کی پرورش کا حق

اس امر میں اُمتِ مسلمہ کا اجماع ہے کہ بچہ کی پرورش کی مستحق سب سے پہلے اُس کی ماں ہے۔ البتہ اس اَمر میں اختلاف ہے کہ بچہ یا بچی کی پرورش کا حق ماں کو کتنی عمر تک رہتا ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک جب بچہ خود کھانے پینے، لباس پہننے اور استنجاء کرنے لگے تو اُس کی پرورش کا حق ماں سے باپ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ لڑکے کی اس حالت کو پہنچنے کی عمر کا اندازہ علامہ خصاف نے سات آٹھ سال بیان کیا ہے، البتہ ماں کو لڑکی کی پرورش کا حق اس کے بالغ ہونے تک ہے۔ یہی قول امام ابو یوسف کا ہے۔ امام محمد کے نزدیک جب لڑکی میں نفسانی خواہش ظاہر ہو تو اس وقت تک ماں کو پرورش کا حق حاصل ہے۔ متاخرین احناف نے امام محمد کے قول کو پسند کیا ہے۔[1]

ماں کو بچہ کی پرورش کا حق حاصل ہونے کے بارے میں قرآن کریم میں کوئی آیت ظاہر نص کے طور پر تو موجود نہیں مگر اقتضاء نص کے طور پر فقہاء کرام نے آیتِ رضاعت ...... وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ ...... سے ثابت کیا ہے کہ صغر سنی میں بچہ کی پرورش کا حق ماں کو حاصل ہے۔

---

(۱) ۱۔ داماد آفندی، مجمع الانہر، ۱: ۴۸۱، ۴۸۲
۲۔ کاسانی، بدائع الصنائع، ۴: ۴۲
۳۔ ابن ہمام، فتح القدیر، ۳: ۳۱۶

فقہاء کرام نے مذکورہ آیت مبارکہ کے ساتھ ساتھ درج ذیل احادیث سے بھی استدلال کیا ہے:

۱۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ فتح مکہ کے بعد نکلے تو حمزہ کی بیٹی نے آپ ﷺ کا تعاقب کیا اور آواز دی: اے چچا! اے چچا! پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس بچی کا ہاتھ پکڑ لیا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: اپنے چچا کی بیٹی کو لو۔ چنانچہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اُسے اُٹھا لیا۔ اس بارے میں حضرت زید، علی اور جعفر رضی اللہ عنہ کا جھگڑا ہو گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اسے لے لیا ہے کیونکہ وہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور جعفر نے کہا: وہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے جبکہ زید نے کہا کہ وہ میرے بھائی کی بیٹی ہے۔ پس رسول اکرم ﷺ نے اس کی خالہ کے حق میں فیصلہ دیا اور فرمایا:

الخالة بمنزلة الأم۔ (۱)

''خالہ ماں کے درجہ میں ہے۔''

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا:

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الصلح، باب کیف یکتب ھذا، ۲: ۹۶۰، رقم: ۲۵۵۲

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب المغازی، باب عمرة القضاء، ۴: ۱۵۵۱، رقم: ۴۰۰۵

۳۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الطلاق، باب من أحق بالولد، ۲: ۲۸۴، رقم: ۲۲۸۰

۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۱۲۷، ۱۶۸، رقم: ۸۴۵۶، ۸۵۷۸

۵۔ بیہقی، السنن الکبری، ۸: ۵، ۶

۶۔ مقدسی، الأحادیث المختارہ، ۲: ۳۹۲، ۳۹۳، رقم: ۷۷۹

یا رسول اللہ! ان ابنی هذا، کان بطنی له وعاء، و ثديي له سقاء، و حجری له حواء، و إن أباه طلقني و أراد أن ينتزعه مني۔

’’اے اللہ کے رسول! یہ میرا بیٹا ہے جس کے لئے میرا پیٹ ظرف تھا اور میری چھاتی مشکیزہ اور میری گود اس کے لئے پناہ گاہ تھی۔ اس کے باپ نے مجھے طلاق دی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اسے مجھ سے لے لے۔‘‘

اس پر رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

أنت أحق به ما لم تنكحي۔(۱)

’’تو اپنے بچہ کی زیادہ مستحق ہے جب تک کہ تو (دوسرا) نکاح نہ کرلے۔‘‘

۳۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک انصاری عورت اُمِ عاصم کو طلاق دی۔ عاصم اپنی نانی کے زیرِ پرورش تھا۔ اُس کی نانی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تنازعہ پیش کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ دیا:

أن يكون الولد مع جدته، والنفقة على عمر، وقال: هی أحق به۔(۲)

’’لڑکا اپنی نانی کے پاس رہے گا، عمر کو نفقہ دینا ہوگا۔ اور کہا: یہ نانی اس بچہ کی

---

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الطلاق، باب نفقة، ۲: ۲۸۳، رقم: ۲۲۷۶
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۸۲
۳۔ عبدالرزاق، المصنف، ۷: ۱۵۳، رقم: ۲۲۷۶
۴۔ دارقطنی، السنن، ۳: ۳۰۴، ۳۰۵
۵۔ حاکم، المستدرك، ۲: ۲۲۵
۶۔ بیهقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۴، ۵

(۲) ۱۔ بیهقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۵
۲۔ عبدالرزاق، المصنف، ۷: ۱۵۵، رقم: ۱۲۶۰۲

(پرورش کرنے کی) زیادہ حق دار ہے۔"

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر ﷛ نے اس لڑکے کی ماں کے حق میں فیصلہ کیا پھر فرمایا کہ میں نے رسولِ اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

لا توله والدة عن ولدها۔ (۱)

"والدہ کو اس کے بچہ سے مت چھڑاؤ۔"

عبدالرحمٰن بن ابی زناد اہل مدینہ سے فقہاء کا قول روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر ﷛ نے حضرت عمر بن خطاب ﷛ کے خلاف ان کے بیٹے عاصم کے حق میں فیصلہ کیا کہ اس کی پرورش اس کی نانی کرے گی یہاں تک کہ عاصم بالغ ہوگیا، اور اُم عاصم اُس دن زندہ تھی اور (دوسرے شخص کے) نکاح میں تھی۔ (۲)

ابو حسین مرغینانی حنفیؒ لکھتے ہیں:

ولأن الأم أشفق وأقدر على الحضانة، فكان الدفع إليها أنظر، و إليه أشار الصديق ﷛ بقوله: ريقها خير له من شهد و عسل عندک یا عمر۔ (۳)

"یعنی اس لئے کہ ماں بچہ کے حق میں انتہا سے زیادہ شفیق ہوتی ہے اور نگرانی و حفاظت پر مرد کی نسبت زیادہ قدرت رکھتی ہے۔ اسی شفقت کی طرف حضرت صدیق اکبر ﷛ نے اپنے اس قول میں اشارہ کیا ہے: اے عمر! بچے کی ماں کا لعاب دہن بچے کے حق میں تمہارے شہد سے بھی زیادہ شیریں ہوگا۔"

مرغینانی مزید لکھتے ہیں:

---

(۱) بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۵
(۲) بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۵
(۳) مرغینانی، الهدایة، ۲: ۳۷

''باپ کی نسبت ماں اس لئے زیادہ شفیق ہوتی ہے کہ حقیقت میں بچہ ماں کے جسم کا ایک حصہ ہوتا ہے یہاں تک کہ بعض اوقات بچہ کو قینچی کے ذریعے کاٹ کر ماں سے جدا کیا جاتا ہے اور عورت اسی پرورش میں مشغول ہونے کی وجہ سے حضانت پر زیادہ حق رکھتی ہے بخلاف مرد کے کہ وہ مال حاصل کرنے پر زیادہ قدرت رکھتا ہے۔''

اسی طرح امام شافعی نے استدلال میں یہی احادیث پیش کی ہیں اور والدہ کے تقدم کی علت ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے:

فلما كان لا يعقل كانت الأم أولى به على أن ذلك حق للولد لا لأبوين، لأن الأم أحنى عليه و أرق من الأب۔[1]

''پس جب کہ بچہ ناسمجھ ہو تو ماں اس کی پرورش کی زیادہ حق دار ہے کیونکہ یہ بچہ کا حق ہے نہ کہ والدین کی محبت و الفت و شفقت کے درجات کا۔''

ابن قدامہ حنبلی اپنی کتاب 'المغنی (۷: ۶۱۳، ۶۱۴)' میں لکھتے ہیں:

الأم أحق بكفالة الطفل و المعتوة إذا طلقت ...... ولأنها أقرب إليه و أشفق عليه ولا يشاركها في القرب إلا أبوه، و ليس له مثل شفقتها، ولايتولى الحضانة بنفسه و إنما يدفعه إلى امرأته و أمه أولى به من أم أبيه۔

''بچے اور عدیم العقل کی پرورش کی ماں زیادہ حق دار ہے جبکہ اُسے طلاق دے دی گئی ہو ...... کیونکہ بچہ سے زیادہ قریب اور زیادہ شفقت رکھنے والی ماں ہوا کرتی ہے۔ اگرچہ اس قرب و شفقت میں باپ کے علاوہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا شریک نہیں ہو سکتا مگر اس کے باوجود حقیقت تو یہ ہے کہ باپ بھی ماں

(۱) شافعی، الأم، ۸: ۲۳۵

جیسی شفقت نہیں رکھتا، اور نانی دادی کی نسبت سے اولیٰ ہوگی۔"

ابن قدامہ مزید لکھتے ہیں:

و الحضانة إنما تثبت لحظ الولد فلا تشرع علی وجه يكون فيه هلاكه و هلاک دينه۔

"اور حضانت بچے کی بہبود و فلاح کے پیش نظر مقرر کی گئی ہے، لہٰذا کسی ایسے طریقے پر درست نہ ہوگی جس سے بچے کی ذات اور دین ضائع ہونے کا اندیشہ ہو۔"

(۱۰) خلع کا حق

اگر عورت اپنی ازدواجی زندگی سے مطمئن نہ ہو اور اپنے شوہر کی بداخلاقی، مکاری یا اُس کی کمزوری سے نالاں ہو جائے اور اُسے ناپسند کرے اور اُسے خوف ہو کہ حدود اللہ کی پاسداری نہ کر سکے گی تو وہ شوہر سے خلع حاصل کر سکتی ہے اور یہ کسی عوض کے بدلے ہوگا جس سے وہ اپنی جان چھڑائے۔ اس کی دلیل یہ آیت قرآنی ہے:

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ۔[1]

"پس اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدود قائم نہ رکھ سکیں گے تو (اندریں صورت) ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ بیوی (خود) کچھ بدلہ دے کر (اس تکلیف دہ بندھن سے) آزادی حاصل کر لے"۔

شریعتِ مطہرہ نے طلاق کو صرف شوہر کا حق قرار دیا ہے، کیونکہ شوہر ہی خاص طور سے رشتہ زوجیت قائم رکھنے کا خواہاں ہوتا ہے اور وہ زوجیت کی بناء پر کافی مال خرچ کر چکا ہوتا ہے، اس لئے وہ طلاق نہ دینے کو ترجیح دیتا ہے کیوں کہ طلاق کی صورت میں

(۱) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۲۹

اسے مؤخر شدہ مہر اور عورت کے دوسرے مالی حقوق ادا کرنا پڑتے ہیں۔

چونکہ بیوی پر شوہر کے کوئی مالی حقوق واجب نہیں ہوتے، اس لئے شریعت نے طلاق کا حق مرد کو دیا ہے اور عورت کے لئے خلع کا حق رکھا ہے تاکہ اس کے پاس بھی تفریق کا حق موجود ہو۔

عورت کے اس حق کو احادیث مبارکہ میں یوں بیان کیا گیا:

عن ابن عباس: أن امرأة ثابت بن قیس أتت النبی ﷺ فقالت: یا رسول الله. ثابت بن قیس، ما اعتب علیه فی خلق ولا دین، ولکنی اکره الکفر فی الاسلام۔ فقال رسول الله ﷺ: أتردین علیه حدیقته؟ قالت : نعم۔ قال رسول الله ﷺ: اقبل الحدیقة و طلقها تطلیقة۔[1]

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ثابت بن قیس کی اہلیہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئیں: یارسول اللہ! میں کسی بات پر ثابت بن قیس سے ناخوش نہیں ہوں، نہ ان کے اخلاق سے اور نہ ان کے دین سے، لیکن میں اسلام میں احسان فراموش بننا ناپسند کرتی ہوں۔ تو حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم ان کا باغ واپس دینا چاہتی ہو؟ اُنہوں نے کہا: ہاں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ان کا باغ دیدو اور ان سے طلاق لے لو۔''

تاہم اگر شوہر صحیح ہو اور عورت کے تمام شرعی حقوق پورے کرتا ہو تو اس حالت میں خلع لینا دُرست نہیں ہے۔ حضرت ثوبان ص سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ایما امرأة سالت زوجها الطلاق ما بأس فحرام علیها

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الطلاق، باب الخلع ۵:۲۰۲۱، رقم: ۴۹۷۱

رائحة الجنة۔(۱)

''جو کوئی عورت اپنے شوہر سے بلاوجہ طلاق مانگے اُس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔''

خلع عورت کا ایسا حق ہے کہ جب عورت خلع لے لیتی ہے تو اپنے نفس کی مالک ہو جاتی ہے اور اُس کا معاملہ خود اُس کے ہاتھ میں آجاتا ہے، کیونکہ اس شخص کی زوجیت سے آزادی کے لئے اس نے مال خرچ کیا ہے۔

خلع کو عورت کے لئے مرد سے چھٹکارے کا ذریعہ بنایا گیا ہے کہ جب وہ اپنے شوہر کو ناپسند کرتی ہو اور اُس کے ساتھ رہنا نہ چاہتی ہو گویا یہ طلاق کی طرح عورت کے پاس ایک حق ہے اس میں عورت کو شوہر سے لیا ہوا مہر واپس کرنا ہوتا ہے۔

وہ چند صورتیں جن میں عورت کی طرف سے طلاق یا خلع واقع ہوتا ہے، درج ذیل ہیں:

۱۔ نکاح کے وقت عورت نے اپنے لئے طلاق کا حق رکھا ہو اور شوہر نے اُس پر موافقت کی ہو۔ اس شرط کو استعمال کرنا اُس کا حق ہے۔

۲۔ جب وہ شوہر کی مخالفت کے باعث اپنے نفس پر نافرمانی کے گناہ میں پڑنے کا خوف کرے۔

۳۔ اس سے شوہر کا سلوک برا ہو، یعنی وہ اس پر اُس کے دین یا جان کے بارے میں ظلم روا رکھے اور عورت اس سے مال دے کر طلاق حاصل کرنا چاہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ۔(۲)

---

(۱) احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۷۷، رقم: ۲۲۴۳۳

(۲) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۲۹

’’پھر اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے، سو (اندریں صورت) ان پر کوئی گناہ نہیں کہ بیوی (خود) کچھ بدلہ دے کر (اس تکلیف دہ بندھن سے) آزادی لے لے۔‘‘

امام ابو حنیفہؒ بیوی سے ناروا سلوک کرنے والے شوہر کے لئے اس سے مہر لینا بھی مکروہ سمجھتے ہیں، کیونکہ اسلام دین مروت ہے وہ عورت سے برا سلوک قبول نہیں کرتا کہ جب اُسے طلاق دے تو اُس کا مال بھی لے لے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا۝ (۱)

’’اور جب تم ایک کی جگہ دوسری بیوی لانے کا ارادہ کرو اور تم اُن میں سے کسی کو سونے کے ڈھیر بھی دے چکے ہو تو اُس میں سے کچھ نہ لو بھلا تم ناجائز طور پر اور صریح ظلم سے اپنا مال اُس سے واپس لو گے۝‘‘

۴۔ شوہر اپنی بیوی سے جنسی تعلق پر قادر نہ ہو تو عورت اپنا معاملہ عدالت میں پیش کرے گی، قاضی اُسے ایک سال کی مہلت دیگا کہ (وہ علاج کرائے) اس کے بعد اگر وہ جنسی تعلق پر قادر نہ ہو سکے اور عورت علیحدگی کا مطالبہ کرے تو قاضی اُن کے درمیان علیحدگی کرا دے گا۔

۵۔ شوہر مجنون ہو جائے یا اُسے برص یا جزام (کوڑھ) کی بیماری لاحق ہو جائے تو بیوی کے لئے یہ حق ہے کہ وہ عدالت میں معاملہ اُٹھائے اور علیحدگی کی مطالبہ کرے، اس پر قاضی اُن میں علیحدگی کرا سکتا ہے۔ (۲)

الغرض عورت کو ہر سطح پر اسلام نے وہ تحفظ اور عزت و احترام عطا کیا جس کی نظیر ہمیں کسی دوسرے نظام زندگی میں نہیں ملتی۔

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۲۰

(۲) مرغینانی، الهدایه، ۳: ۲۶۸

۴۔ طلاق کے بعد عورت کے حقوق

اسلام کے نظام قانون میں طلاق کا اختیار مرد کے پاس ہے۔ مگر اس اختیار کو اس وقت ہی استعمال کرنے کا حکم ہے جب اس کے سوا کوئی چارہ نہ ہو۔ آخری چارے کے طور پر جائز ہونے کے باوجود طلاق کو حلال کاموں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

أبغض الحلال عند الله الطلاق۔ (۱)

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔''

آپ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا:

ولا خلق الله شياء علیٰ وجه الارض ابغض اليه من الطلاق۔ (۲)

''اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر کوئی چیز طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ پیدا نہیں فرمائی۔''

اگر طلاق کے اختیار کے استعمال کے علاوہ کوئی صورت نہ ہو تو اندریں حالات اس اختیار کے استعمال سے عورت کو کسی طرح سے بھی مبتلائے اذیت کرنے کی ممانعت کی گئی۔ ارشادِ ربانی ہے:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاکٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِیۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ وَلَا یَحِلُّ

---

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الطلاق، باب فی کراهية الطلاق، ۲: ۲۵۵، رقم: ۲۱۷۸

۲۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الطلاق، باب حدثنا سويد بن سعيد، ۱: ۶۵۹، رقم: ۲۰۱۸

(۲) دارقطني، السنن، ۴: ۳۵

لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّا اَنْ يَّخَافَا اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○(۱)

''طلاق (صرف) دو بار (تک) ہے، پھر یا تو (بیوی کو) اچھے طریقے سے (زوجیت میں) روک لینا ہے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے، اور تمہارے لیے جائز نہیں کہ جو چیزیں تم انہیں دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لو سوائے اس کے کہ دونوں کو اندیشہ ہو کہ (اب رشتہ زوجیت برقرار رکھتے ہوئے) دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے، پھر اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے، سو (اندریں صورت) ان پر کوئی گناہ نہیں کہ بیوی (خود) کچھ بدلہ دے کر (اس تکلیف دہ بندھن سے) آزادی لے لے، یہ اللہ کی (مقرر کی ہوئی) حدیں ہیں پس تم ان سے آگے مت بڑھو، اور جو لوگ اللہ کی حدود سے تجاوز کرتے ہیں سو وہی لوگ ظالم ہیں○''

وَ لِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ○(۲)

''اور طلاق یافتہ عورتوں کو بھی مناسب طریقے سے خرچ دیا جائے، یہ پرہیزگاروں پر واجب ہے○''

وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ○(۳)

---

(۱) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۲۹

(۲) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۴۱

(۳) القرآن، النساء، ۴: ۳۵

’’اور اگر تمہیں ان دونوں کے درمیان مخالفت کا اندیشہ ہو تو تم ایک منصف مرد کے خاندان سے اور ایک منصف عورت کے خاندان سے مقرر کرلو، اگر وہ دونوں صلح کا ارادہ رکھیں تو اللہ دونوں کے درمیان موافقت پیدا فرمادے گا، بیشک اللہ خوب جاننے والا خبردار ہےo‘‘

اگرچہ طلاق کا حق مرد کو دیا گیا مگر اس ذیل میں بھی عورت کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے درج ذیل حقوق عطا کئے گئے:

(۱) مہر کا حق

شریعت میں سب سے اہم حق جو طلاق کے وقت عورت کو دیا گیا ہے وہ مہر ہے، البتہ مباشرت سے قبل طلاق ہونے کی صورت میں آدھا مہر ملتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ۔(۱)

’’اگر تم انہیں چھونے سے قبل طلاق دو اور اُن کے لئے مہر مقرر کیا ہو تو مقرر کئے ہوئے مہر کا آدھا اُنہیں دو‘‘۔

اسی طرح عورت کو خرچ و سامان دینا ہے، شریعت اسلامیہ نے عورت کے لئے جب اسے طلاق دی جائے خرچ و سامان دینے کا حکم دیا ہے۔ امام احمد کا مسلک ہے کہ ہر قسم کی مطلقہ کے لئے یہ حق ہے اور یہ ہر ایک کے لئے واجب ہے یہی قول حضرت علی ﷺ، حسن بصری، سعید بن جبیر، ابوقلابہ زہریؒ وغیرہ کا ہے، اُن کی دلیل یہ آیت ہے:

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَo(۲)

’’اور طلاق یافتہ عورتوں کو بھی مناسب طریقے سے خرچہ دیا جائے یہ

---

(۱) القرآن، البقرہ، ۲:۲۳۷

(۲) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۴۱

پرہیزگاروں پر واجب ہے٥"

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا٥(۱)

"اے نبیؐ (مکرّم!) اپنی ازواج سے فرما دیں کہ اگر تم دنیا اور اس کی زینت و آرائش کی خواہش مند ہو تو آؤ میں تمہیں مال و متاع دے دوں اور تمہیں حسنِ سلوک کے ساتھ رخصت کر دوں٥"

(۲) میراث کا حق

اسلام نے عورت کو یہ حق دیا ہے کہ طلاق کے بعد وہ جب تک عدت میں ہے، اگر اس کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو اس کے ترکہ سے میراث ملے گی، جس طرح غیر مطلقہ بیوی کو ملتی ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ جب تک اس نے شادی نہ کی ہو، عدت کے بعد بھی میراث میں حصہ ملے گا۔ یہی قول کئی صحابہ سے بھی مروی ہے، اور اس میں یہ بھی ہے کہ چاہے اس کا طلاق دیتے وقت شوہر بیمار ہو یا نہ ہو، وہ اس لئے کہ شوہر کو ابھی اسے روکنے کا اور رجوع کرنے کا اختیار باقی رہتا ہے اور وہ بھی اس کی مرضی سے، ولی اور گواہوں کی موجودگی کے بغیر اور بلا کسی نئے مہر کے۔

(۳) حضانت کا حق

بچے کی تربیت اور اس کے معاملات کی دیکھ بھال کے لئے اس کی نگرانی حضانت کہلاتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے بچے کی حضانت کا حق اس کی ماں کو عطا کیا۔ ماں کے بعد بچے کی حضانت کا حق اس کی ماں کی ماں کو اور پھر باپ پھر باپ کی ماں کو حاصل ہے۔ بچے کی حضانت کی سب سے زیادہ حقدار اُس کی ماں ہے، درج ذیل حدیث

(۱) القرآن، الأحزاب، ۳۳: ۲۸

سے ثابت ہے:

عن عبد اللہ بن عمرو ان امراۃ قالت یا رسول اللہ ان ابنی هذا کان بطنی له وعاء وثدیی له سقاء و حجری له حواء و ان اباه طلقنی و اراد ان ینتزعه منی۔ فقال رسول اللہ ﷺ: انت احق به ما لم تنکحی۔(۱)

’’عبداللہ ابن عمرو سے روایت ہے کہ ایک عورت نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا، یا رسول اللہ یہ میرا بچہ ہے میرا پیٹ اس کا برتن تھا، میرے پستان اس کے مشکیزے اور میری گود اس کی آرام گاہ، اس کے باپ نے مجھے طلاق دیدی ہے اور اسے مجھ سے چھیننا چاہتا ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی زیادہ مستحق تو ہے، جب تک تو نکاح نہ کرلے۔‘‘

۵۔ عورت کے معاشی حقوق

(ا) وراثت کا حق

اسلام نے عورتوں کو مردوں کے مساوی حقوق عطا کرتے ہوئے وراثت کا حق بھی عطا کیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيْبًا

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الطلاق، باب من أحق بالولد، ۲: ۲۸۳، رقم: ۲۲۷۶

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۸۲

۳۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۲۲۵، رقم: ۲۸۳۰

۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۴

مَّفْرُوْضًا○(۱)

''ماں باپ اور رشتے داروں کے ترکے میں خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ لڑکوں کا حصہ ہے اور ماں باپ اور رشتے داروں کے ترکے میں خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ لڑکیوں کا بھی حصہ ہے اور یہ حصے خدا کی طرف سے مقررہ ہیں○''

یعنی اُصولی طور پر لڑکا اور لڑکی دونوں وراثت میں اپنا اپنا مقررہ حصہ لینے کے حقدار ہیں اور کوئی شخص انہیں ان کے اس حق سے محروم نہیں کرسکتا۔

(۲) والدین کے مالِ وراثت میں حق

قرآن حکیم نے اولاد کے حق وراثت کا تعین کرتے ہوئے بھی خواتین کا حق وراثت بالتفصیل بیان کیا ہے:

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَاتَرَكَ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ۔(۲)

''تمہاری اولاد سے متعلق اللہ کا یہ تاکیدی حکم ہے کہ ترکے میں لڑکے کے لئے دو لڑکیوں کے برابر حصہ ہے۔ اگر اکیلی لڑکی ہو تو اسے آدھا ترکہ ملے گا اور (میت کے) ماں باپ میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملے گا بشرطیکہ وہ اپنے پیچھے اولاد بھی چھوڑے، اگر اس کے کوئی اولاد نہ ہو اور وارث ماں باپ ہی ہوں تو ماں کے لئے ایک تہائی (ماں باپ کے ساتھ) بھائی بہن بھی ہوں

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۷

(۲) القرآن، النساء، ۴: ۱۱

تو اس کی ماں کا چھٹا حصہ ہوگا۔"

اس آیہ مبارکہ میں یہ امر قابلِ غور ہے کہ تقسیم کی اکائی لڑکی کا حصہ قرار دیا گیا ہے، یعنی سب کے حصے لڑکی کے حصے سے گنے جائیں گے۔ گویا تمام تقسیم اس محور کے گرد گھومے گی۔ جاہلیت میں لڑکیوں کو ترکے میں حصہ نہیں دیا جاتا تھا۔ جیسا کہ اکثر دوسرے مذاہب میں اب بھی ہے لیکن اسلام کی نظر میں لڑکی کو ترکے کا حصہ دینا کتنا ضروری ہے، وہ اس سے ظاہر ہے کہ پہلے تو تقسیم وراثت کی عمارت کی بنیاد ہی لڑکی کے حصے پر رکھی پھر یوصیکم اللہ کہہ کر فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا نہایت تاکیدی حکم ہے۔

اس آیت مبارکہ سے تقسیم کے یہ اصول معلوم ہوئے:

(۱) اگر اولاد میں لڑکے اور لڑکیاں ہوں تو ایک لڑکے کو ایک لڑکی سے دگنا ملے گا اور اسی اصول پر سب ترکہ لڑکوں اور لڑکیوں میں تقسیم ہوگا، صرف لڑکوں کا ذکر نہیں کیا، کیونکہ اس صورت میں ظاہر ہے کہ وہ سب برابر کے حصے دار ہوں گے۔

(۲) اگر اولاد میں لڑکا کوئی نہ ہو اور دو یا دو سے زیادہ لڑکیاں ہوں۔ تو ان کو بھی دو تہائی ہی ملے گا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے عمل مبارک سے ان معنوں کی تائید ہوتی ہے۔ ایک صحابی سعد بن ربیع غزوہ احد میں شہید ہوگئے۔ انہوں نے اولاد میں صرف دو لڑکیاں چھوڑ دیں۔ سعد کے بھائی نے سارے ترکے پر قبضہ کر لیا اور لڑکیوں کو کچھ نہ دیا۔ اس پر سعد کی بیوہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور شکایت کی کہ سعد کی دو لڑکیاں موجود ہیں، لیکن ان کے چچا نے انہیں ان کے باپ کے ترکے میں سے ایک جبہ بھی نہیں دیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ آپ ﷺ نے سعد کے بھائی کو بلوایا اور اسے حکم دیا کہ مرحوم کی دونوں بیٹیوں کو اس کے ترکے میں سے دو تہائی اور بیوہ کو آٹھواں حصہ دے دو اور بقیہ خود رکھ لو۔ (۱)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب الفرائض، باب ما جاء فی المیراث البنات، ۴: ۴۱۴، رقم: ۲۰۹۲

۲۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الفرائض، باب ماجاء فی المیراث، ۳: ۱۲۰، رقم: ۲۸۹۱

(۳) اگر اولاد میں صرف ایک لڑکی ہو تو اسے ترکے کا نصف ملے گا اور باقی نصف دوسرے رشتہ داروں میں تقسیم ہوگا۔

(۴) اگر اولاد کے ساتھ میت کے ماں باپ بھی زندہ ہوں تو پہلے ان دونوں میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملے گا اور باقی دو تہائی مندرجہ بالا شرح سے اولاد کو ملے گا۔

(۵) اگر متوفی کے اولاد کوئی نہ ہو، صرف ماں باپ ہوں، تو اس صورت میں ترکے کا تہائی ماں کو اور باقی باپ کو ملے گا۔

(۶) آخری صورت یہ بیان کی کہ اگر متوفی کے ورثا میں ماں باپ کے ساتھ بھائی بہن بھی ہوں، تو ماں کا حصہ چھٹا ہوگا۔

ممکن تھا کہ کوئی شخص ماں باپ کو اولاد کا وارث قرار دینے پر اعتراض کرتا، کیونکہ اس سے پہلے دنیا کے تمام مذاہب میں صرف اولاد ہی وارث قرار دی گئی تھی۔ اس لئے فرمایا:

اٰبَاؤُکُمْ وَ اَبْنَاؤُ کُمْ لَاتَدْرُوْنَ اَیُّھُمْ اَقْرَبُ لَکُمْ نَفْعًا فَرِیْضَۃً مِّنَ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْمًا حَکِیْمًا○[1]

”تمہارے باپ دادا (بھی ہیں) اور اولاد بھی، لیکن تم نہیں جانتے کہ ان میں سے نفع رسانی کے لحاظ سے کون تمہارے زیادہ قریب ہے۔ (یہ حصے) اللہ نے مقرر کئے ہیں۔ بے شک اللہ جاننے والا حکمت والا ہے○“

یعنی یہ اعتراض کہ باپ دادا کیوں وارث بنائے گئے نادانی کی بات ہے۔ اس حکم کی حکمت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ انسان کے لئے اوپر کے رشتے دار زیادہ اچھے ہیں یا نیچے کے۔ ہماری فلاح اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے میں ہی مضمر ہے۔

---

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۱۱

(۳) شوہر کے مالِ وراثت میں حق

قرآن حکیم نے شوہر یا بیوی میں سے کسی کے بھی انتقال کی صورت میں اس کے مال وراثت میں سے دوسرے فریق کا حصہ بالتفصیل بیان کیا ہے۔ بیوی کے انتقال کی صورت میں خاوند کا حصہ بیان کرتے ہوئے کہا:

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ۔ (۱)

"تمہاری بیویوں کے ترکے میں سے تمہارے لئے نصف ہے، اگر ان کے کوئی اولاد نہ ہو، اور اگر ان کے اولاد ہو تو تمہارے لئے اُنہوں نے جو ترکہ چھوڑا ہے اس کا ایک چوتھائی ہے (یہ تقسیم) ان کی وصیت (کی تعمیل) اور ان کے قرض (کی ادائیگی) کے بعد ہوگی۔"

اور شوہر کی وفات کی صورت میں بتایا:

وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۔ (۲)

" اور تمہارے ترکے میں سے تمہاری بیویوں کا ایک چوتھائی حصہ ہے ۔ اگر تمہارے کوئی اولاد نہیں۔ اگر تمہاری اولاد بھی ہو، تو تمہارے ترکے میں سے ان کا حصہ آٹھواں ہے۔ (یہ تقسیم) تمہاری وصیت کی تعمیل اور تمہارے قرض (کی ادیگی) کے بعد ہوگی۔"

(۴) کلالہ کے مالِ وراثت میں حق

کلالہ اس میت کو کہتے ہیں جس کے والدین ہوں نہ اولاد۔ ایسی عورت یا مرد

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۱۲

(۲) القرآن، النساء، ۴: ۱۲

فوت ہو جائے اور اس کے پیچھے نہ اس کا باپ ہو، نہ بیٹا، تو اس کی جائیداد کی تقسیم کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں:

۱۔ اس کے اعیانی یعنی سگے بھائی بہن ہوں۔

۲۔ علاتی بھائی بہن ہوں، یعنی باپ ایک اور مائیں الگ الگ ہوں۔

۳۔ اخیافی بھائی بہن ہوں، ماں ایک اور باپ علیحدہ علیحدہ ہوں۔

ان تینوں کے احکام الگ الگ ہیں:

(۱) اگر پہلی صورت یعنی سگے بھائی بہن موجود ہیں تو حکم دیا:

يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ اِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَاۤ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ۔[1]

”لوگ آپ سے فتویٰ (یعنی شرعی حکم) دریافت کرتے ہیں۔ فرما دیجئے کہ اللہ تمہیں (بغیر اولاد اور بغیر والدین کے فوت ہونے والے) کلالہ (کی وراثت) کے بارے میں یہ حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص فوت ہو جائے جو بے اولاد ہو مگر اس کی ایک بہن ہو تو اس کے لئے اس (مال) کا آدھا (حصہ) ہے جو اس نے چھوڑا ہے اور (اگر اس کے برعکس بہن کلالہ ہو تو اس کے مرنے کی صورت میں اس کا) بھائی اس (بہن) کا وارث (کامل) ہوگا اگر اس (بہن) کی کوئی اولاد نہ ہو۔“

ظاہر ہے کہ اگر بہنیں دو سے زیادہ ہوں تو وہ سب اس دوتہائی میں برابر کی شریک ہوں گی۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ علاتی بھائی بہن ہوں، یعنی باپ ایک ہو اور مائیں

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۱۷۶

الگ الگ ہوں تو اس صورت میں حکم دیا:

وَ اِنْ كَانُوْا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّ نِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ۔ (۱)

''اور اگر بہت سے بھائی بہن ہوں تو پھر (تقسیم یوں ہو گی کہ) ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہو گا۔''

یعنی جیسے اولاد کے درمیان ترکے کی تقسیم کا اُصول ہے...... ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر...... وہی یہاں بھی استعمال ہو گا۔

(۳) تیسری اور آخری صورت یہ ہے کہ اخیافی بھائی بہن ہوں یعنی عورت نے ایک خاوند کی وفات کے بعد کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لیا اور دونوں سے اولاد ہو۔ اگر ان میں سے کوئی مرجائے اور کلالہ ہو:

وَ اِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ۔ (۲)

''اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کی وراثت تقسیم کی جارہی ہو جس کے نہ ماں باپ ہوں نہ کوئی اولاد اور اس کا ماں کی طرف سے ایک بھائی یا ایک بہن ہو (یعنی اخیافی بھائی یا بہن) تو ان دونوں میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ ہے پھر اگر وہ بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے (یہ تقسیم بھی) اس وصیت کے بعد (ہو گی) جو (وارثوں کو) نقصان پہنچائے بغیر کی گئی ہو یا قرض (کی ادائیگی) کے بعد۔''

یعنی کلالہ کی وراثت کی تقسیم کے احکام میں بھی عورت کو حق وراثت کا مستحق قرار دیا گیا اور اس کے واضح احکام بیان کئے گئے جن کا خلاصہ ہم درج ذیل پانچ اُصولوں میں بیان کر سکتے ہیں:

---

(۱) القرآن، النساء، ۴:۱۷۶

(۲) القرآن، النساء، ۴:۱۲

(۱) جہاں صرف اولاد ہو، اورکوئی دوسرا وارث نہ ہو، اور اولاد میں بھی تمام لڑکے ہوں، تو ترکہ ان لڑکوں میں بحصہ مساوی تقسیم ہو گا۔ لڑکے اور لڑکیاں دونوں ہوں تو ایک لڑکے کو دولڑکیوں کے برابر حصہ ملے گا، اور اسی اُصول پر تمام ترکہ تقسیم ہو گا اگر لڑکا کوئی نہ ہو، صرف ایک لڑکی ہو، تو اسے ترکے کا نصف ملے گا، اور اگر دو یا دو سے زیادہ لڑکیاں ہوں، تو اُنہیں دو تہائی ملے گا۔

(۲) جہاں اولاد ہو یا نہ ہو، لیکن ماں باپ موجود ہوں۔ اگر اولاد ہو تو ماں باپ میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ اور باقی اولاد میں نمبر (۱) کے اُصول پر تقسیم ہو گا۔ اگر اولاد نہ ہو تو ماں کو ایک تہائی اور باقی دو تہائی باپ کو۔

(۳) اولاد نہ ہو، لیکن بھائی بہن ہوں، تو ماں کو ایک تہائی کی جگہ چھٹا حصہ ملے گا۔ یہاں پھر اختلاف ہے کہ ان بھائی بہنوں کو کتنا ملے گا۔ بعض کے نزدیک ماں کو ایک چھٹا حصہ ملے گا، دوسرا چھٹا ان بھائی بہنوں میں تقسیم ہو گا، اور باپ کو حسب سابق بقیہ دو تہائی۔ بعض کے نزدیک یہاں بھی کلالہ کا اُصول جاری ہو گا، یعنی اگر ایک بھائی یا ایک بہن ہے، تو اسے چھٹا حصہ، ماں کو چھٹا حصہ، اور باپ کو دو تہائی۔ اگر بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو ان سب کو ایک تہائی، ماں کو چھٹا حصہ اور باقی نصف باپ کو۔

(۴) زوجین کی صورت میں، اگر بیوی اولاد چھوڑ کر مرے تو خاوند کو ترکے کا چوتھائی اور باقی تین چوتھائی اولاد میں نمبر (۱) کے اُصول پر تقسیم ہو گا۔ اگر اولاد نہ ہو، تو خاوند کو نصف اور بقیہ دوسرے رشتے داروں کو اُوپر کے قواعد کی رو سے۔ اگر خاوند اولاد چھوڑ کر مرے تو بیوی کا آٹھواں حصہ ہے۔ اگر اولاد نہ ہو، تو چوتھا اور بقیہ ترکہ دوسرے رشتہ داروں میں تقسیم ہو گا۔

(۵) کلالہ جہاں اعیانی یا علاتی یا اخیافی بھائی بہن ہوں جیسے کہ اُوپر بیان ہوا۔ تقسیم میں یہ ترتیب مدنظر رکھی جائے گی۔ سب سے پہلے خاوند یا بیوی کو حصہ ملے گا، پھر والدین کو اور پھر اولاد کو۔ اگر اولاد نہ ہو یا اولاد یا والدین دونوں میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو، تو سب سے آخر میں بھائی بہن حق دار ہوں گے۔

کیا عورت آدھی ہے؟

اسلام کے قانون وراثت کا سرسری اور سطحی مطالعہ کرنے والوں کو یہ مغالطہ لگتا ہے کہ عورت کا مرتبہ مرد سے کمتر ہے۔ یہ مغالطہ قرآن حکیم کی درج ذیل آیت مبارکہ کی حکمت صحیح طور پر نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے:

لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ۔(۱)

''ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے۔''

تاہم اسلام کے قانون وراثت کا بنظر غائر جائزہ اس مغالطہ کی نفی کرتا ہے۔ اسلام کا قانون وراثت عورت کے حق کی تنصیف یا تخفیف نہیں بلکہ حسن معاشرت و معیشت کے قیام کے تصور پر مبنی ہے۔ اسلام کا قانون وراثت عورت کے تقدس و عظمت کی پاسبانی کرنے والی درج ذیل حکمتوں پر مشتمل ہے:

(۱) عورت کا حصہ تقسیم وراثت کی اکائی ہے

متذکرہ بالا آیت مبارکہ کے الفاظ پر غور تقسیم میراث کے بنیادی پیمانے کو واضح کرتا ہے۔ یہاں مرد و عورت کا حصہ وراثت بیان کرتے ہوئے عورت کے حصے کو اکائی قرار دیا گیا کہ ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصوں کے برابر ہے۔ یہ نہیں کہا گیا کہ ایک عورت کا حصہ مرد کے نصف حصہ کے برابر ہے۔ بلکہ تقسیم میراث کے نظام میں عورت کے حصہ کو اساس اور بنیاد بنایا گیا اور پھر تمام حصوں کے تعین کے لئے اسے اکائی بنایا گیا۔ گویا میراث کی تقسیم کا سارا نظام عورت ہی کے حصہ کی اکائی کے گرد گھومتا ہے جو درحقیقت عورت کی تکریم و وقار کے اعلان کا مظہر ہے۔

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۱۱، ۱۷۶

(۲) میراث میں حصوں کے تعین کی بنیاد جنس نہیں

چونکہ اللہ تعالیٰ نے عورت کی تمام ضروریات کا کفیل مرد کو بنایا ہے اور عورت کو اس ذمہ داری سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ مزید برآں عورت کے لئے روزگار اور معاشی مواقع سے ہر ممکن فائدہ اٹھانے پر کوئی پابندی بھی نہیں لگائی گئی بلکہ عورت کمانے والی بھی ہو تو تب بھی کفالت کی ذمہ داری اس کے شوہر پر ہوگی اور وہ اپنی کمائی خصوصی حق کے طور پر محفوظ رکھ سکتی ہے۔ اگر وہ گھریلو ضروریات کے لئے خرچ کرنا چاہے تو اس کا یہ عمل احسان ہو گا، کیونکہ یہ اس کے فرائض میں شامل نہیں جبکہ مرد کی آمدن چاہے عورت سے کم ہی کیوں نہ ہو پھر بھی کفالت کا ذمہ دار وہی ہوگا۔ اندریں حالات ذمہ داریوں کے تناسب (quantum and proportion of responsiblities) کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک متوازن، مستحکم اور معاشی عدل و انصاف پر مبنی معاشرہ قائم کرنے کے لئے ضروری تھا کہ مردوں کو وراثت میں زیادہ حصہ دیا جاتا تاکہ وہ اپنے اوپر عائد جملہ عائلی ذمہ داریوں سے بطور احسن عہدہ برآ ہوسکیں۔ گویا عورت کا حق وراثت مرد سے نصف نہیں کیا گیا بلکہ مرد کا حقِ وراثت اس کی اضافی ذمہ داریوں کی وجہ سے بڑھا دیا گیا ہے۔ اس طرح مرد اور عورت کی معاشرتی، سماجی اور عائلی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں مالی توازن قائم کر دیا گیا ہے۔

(۳) مرد و عورت کی حقِ وراثت میں برابری

اسلام کے قانون وراثت میں جن رشتہ داروں کو وارث قرار دیا گیا ہے وہ تین اقسام پر مشتمل ہیں:

۱۔ ذوی الفروض

۲۔ عصبات

۳۔ ذوی الارحام

ذوی الفروض وہ رشتہ دار ہیں جن کے حصے مقرر کردیئے گئے ہیں اور ان کے متعلق قرآن حکیم یا احادیث مبارکہ میں واضح احکام موجود ہیں۔ ترکہ کی تقسیم کا آغاز ذوی

الفروض سے ہوتا ہے یعنی ترکہ میں سے پہلے ذوی الفروض کو حصہ ملے گا اس کے بعد عصبات اور پھر ذوی الارحام کو۔ ذوی الفروض درج ذیل مردوں اور عورتوں پر مشتمل ہیں:

ذوی الفروض مرد:

۱۔ شوہر

۲۔ باپ

۳۔ اخیافی (ماں کی طرف سے) بھائی

۴۔ جدّ صحیح

ذوی الفروض عورتیں:

۱۔ بیوی	۲۔ ماں
۳۔ بیٹی	۴۔ پوتی
۵۔ سگی بہن	۶۔ علاتی (ماں کی طرف سے) بھائی
۷۔ اخیافی بہن	۸۔ جدّہ صحیحہ

ذوی الفروض کا چار مردوں اور آٹھ عورتوں پر مشتمل ہونا مردوں اور عورتوں کی نفسِ وراثت میں مساوی شرکت کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ ذوی الفروض میں مردوں کی تعداد سے دوگنا عورتیں شامل کی گئیں اور ان خواتین میں کچھ ایسی بھی ہیں جو شاید براہ راست متوفی کی شرعی کفالت میں نہ آتی ہوں اسکے باوجود یہاں زیادہ عورتوں کو accomodate کیا گیا۔ اس طرح فی الحقیقت تقسیمِ وراثت میں عورت اور مرد برابر ہوگئے یعنی قانونِ الٰہی میں عورت کو کسی طور بھی مرد سے کم درجہ نہیں گردانا گیا بلکہ مرد اور عورت کے حصہ وراثت کا لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ کے قانون کے تحت تعین دراصل ان پر عائد ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے مناسب معاشی انتظام کا درجہ رکھتا ہے۔

(۴) مرد و عورت کے مساوی حصہ کی نظیر

معاشرے میں بعض مرد و عورتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن پر عمر رسیدگی یا کسی اور سبب سے مالی ذمہ داریوں کا بوجھ نہیں رہتا یا کم از کم مرد پر عام حالات کی طرح عورت کے مقابلے میں زیادہ بوجھ نہیں ہوتا یعنی وہ دونوں یکساں مالی ذمہ داریوں کے حامل ہو جاتے ہیں۔ یہ مقام اس وقت آتا ہے جب مرنے والے کے والدین زندہ ہوں اور اس متوفی کی اولاد بھی ہو، جب اس صاحب اولاد متوفی کی وراثت تقسیم ہوگی تو اس کے والدین میں سے ہر ایک کو ترکہ کا ۱/۶ حصہ ملے گا۔

وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ۔(۱)

''اور (میت کے) ماں باپ کے لئے ان دونوں میں سے ہر ایک کو (برابر) ترکہ کا چھٹا حصہ (ملے گا) بشرطیکہ مورث کی کوئی اولاد ہو۔''

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَ اِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ۔(۲)

''اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کی وراثت تقسیم کی جا رہی ہو جس کے نہ ماں باپ ہوں نہ کوئی اولاد اور اس کا ماں کی طرف سے ایک بھائی یا ایک بہن ہو (یعنی اَخیافی بھائی یا بہن) تو ان دونوں میں سے ہر ایک کے لیے (برابر طور پر) چھٹا حصہ ہے۔''

اس طرح باوجود یہ کہ وراثت کی تقسیم مرد و عورت کے مابین ہو رہی ہے، یہ برابر ہوگی۔ اگر اسلام کے نظامِ وراثت میں محض مرد ہونے کی وجہ سے عورت کے حصہ سے

---

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۱۱

(۲) القرآن، النساء، ۴: ۱۲

دو گنا قرار پایا ہوتا یا عورت کا حصہ محض عورت ہونے کی وجہ سے نصف ہوتا تو پھر اس مقام پر جب وہ ماں باپ کی حیثیت سے وراثت لے رہے ہیں یہاں بھی ان کے حصہ کا فرق برقرار رہتا جبکہ یہاں ایسا معاملہ نہیں۔

۶۔ عورت کے قانونی حقوق

(ا) قانونی شخصیت (legal person) ہونے کا حق

حقوق و فرائض کے تعین میں قانونی شخص کا وجود بنیادی حیثیت رکھتا ہے، جدید قانون نے حقوق و فرائض کے تعین کے لئے قانونی شخص کو بنیادی قرار دیا ہے۔ Roger Cotterrell کے الفاظ میں:

The concept of the legal person or legal subject defines who or what the law will recognize as a being capable of having rights and duties.(1)

"قانونی شخص کا تصور اس بات کی توضیح کرتا ہے کہ بطور ایک شخص کے فرد حقوق اور فرائض کی اہلیت سے بہرہ ور ہے۔"

ایک دوسرا مفکر G. Paton لکھتا ہے:

Legal personality refers to the particular device by which the law creates or recognizes units to which it ascribes certain powers and capacities.(2)

"قانونی شخص کا تصور قانون کو وہ بنیاد فراہم کرتا ہے جس سے قانون مخصوص اختیارات اور قانونی اہلیتوں کے تعین کے لئے بنیاد اخذ کرتا ہے۔"

(1) Roger Cotterrell, *The Sociology of Law*, 2nd ed. Butterworths, London, 1992, pp. 123,124.

(2) G.Paton, *Textbook of Jurisprudence*, 4th ed. OUP, London, 1972, p-392.

مغربی قانونی تاریخ میں پچھلی صدی کے آغاز تک عورت کو non-person کی حیثیت حاصل رہی تھی۔ عورت کو نہ صرف باقاعدہ legal person تسلیم کیا گیا بلکہ مغربی قانونی ساز اداروں (legislatures) کے مختلف قوانین (statutes) میں مذکور "person" یا "man" کے ذیل میں بھی عورت کو کبھی شامل نہیں سمجھا گیا،(۱) چونکہ مغرب میں خواتین کے قانونی شخص کو ہی تسلیم نہیں کیا گیا تھا لہٰذا مردوں کے برابر قانونی حقوق کے حصول کے لئے عورتوں کو سالہا سال تک قانونی تشخص کے حصول کی جنگ لڑنا پڑی۔(۲)

اسلام نے عورت کو قانونی شخص ہونے کا مقام احکام کے اجراء کے ساتھ ہی عطا کر دیا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا○(۳)

"اور نہ کسی مومن مرد کو (یہ) حق حاصل ہے اور نہ کسی مومن عورت کو کہ جب اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) کسی کام کا فیصلہ (یا حکم) فرما دیں تو ان کے لئے اپنے (اس) کام میں (کرنے یا نہ کرنے کا) کوئی اختیار ہو، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ یقیناً کھلی گمراہی میں بھٹک گیا○"

(1) W. Blackstone, *Commentaries on the Laws of England*, Book I, Chapter 15, p. 442.

(2) Cecilia Morgan, "An Embarrassingly and Severely Masculine Atmosphere: Women, Gender and the Legal Profession at Osgoode Hall, 1920s-1960s" (1996) 11 Canadian Journal of Law and Society 19 at 21.

(۳) القرآن، الأحزاب، ۳۳: ۳۶

اس آیہ مبارکہ میں قانون الٰہی کی اطاعت و معصیت کے باب میں عورت اور مرد کا برابر ذکر کر کے یہ حقیقت واضح کر دی گئی ہے کہ عورت اور مرد کے قانونی تشخص میں کوئی تفریق روا نہیں رکھی جا سکتی۔ قرآن حکیم کی کئی دیگر آیات بھی عورت کے قانونی شخص (legal person) ہونے کی بنیاد فراہم کرتی ہیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ط اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ط فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ط ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ رَحْمَةٌ ط فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○[1]

’’اے ایمان والو! تم پر ان کے خون کا بدلہ (قصاص) فرض کیا گیا ہے جو ناحق قتل کئے جائیں، آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت، پھر اگر اس کو (یعنی قاتل کو) اس کے بھائی (یعنی مقتول کے وارث) کی طرف سے کچھ (یعنی قصاص) معاف کر دیا جائے تو چاہیے کہ بھلے دستور کے موافق پیروی کی جائے اور (خون بہا کو) اچھے طریقے سے اس (مقتول کے وارث) تک پہنچا دیا جائے، یہ تمہارے رب کی طرف سے رعایت اور مہربانی ہے، پس جو کوئی اس کے بعد زیادتی کرے تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے○‘‘

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَ اِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّ وَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ لَا

(۱) القرآن، البقرہ، ۲:۱۷۸

تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًاo(۱)

''اللہ تمہیں تمہاری اولاد (کی وراثت) کے بارے میں یہ حکم دیتا ہے کہ لڑکے کے لئے دو لڑکیوں کے برابر حصہ ہے، پھر اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں (دو یا) دو سے زائد تو ان کے لئے اس ترکہ کا دو تہائی حصہ ہے اور اگر وہ اکیلی ہو تو اس کے لئے آدھا ہے اور مورث کے ماں باپ کے لئے ان دونوں میں سے ہر ایک کو ترکہ کا چھٹا حصہ (ملے گا) بشرطیکہ مورث کی کوئی اولاد ہو، پھر اگر اس میت (مورث) کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے وارث صرف اس کے ماں باپ ہوں تو اس کی ماں کے لئے تہائی ہے (اور باقی سب باپ کا حصہ ہے)، پھر اگر مورث کے بھائی بہن ہوں تو اس کی ماں کے لئے چھٹا حصہ ہے (یہ تقسیم) اس وصیت (کے پورا کرنے) کے بعد جو اس نے کی ہو یا قرض (کی ادائیگی) کے بعد (ہوگی) تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تمہیں معلوم نہیں کہ فائدہ پہنچانے میں ان میں سے کون تمہارے قریب تر ہے، یہ (تقسیم) اللہ کی طرف سے فریضہ (یعنی مقرر) ہے بیشک اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہےo''

اسلام کی طرف سے عورت کے قانونی شخص ہونے کا اعتراف ہی اس کے قانونی، سیاسی اور معاشی حقوق کے استحقاق کی بنیاد بنا۔

(۲) گواہی کا حق

گواہی کی تعریف یہ ہے کہ انسان جو دیکھے یا سنے اُسے سچ سچ بیان کر دے۔ گواہی دینا مرد پر لازم ہے اور عورتوں کو اس کا حق دیا گیا ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۱۱

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ط وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ۔[۱]

''اور گواہی کو مت چھپاؤ، جو اسے چھپائے گا اس کا دل گناہ گار ہے۔''

اس طرح ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

خير الشهود من أدى شهادته قبل أن يسالها۔[۲]

''سب سے اچھے گواہ وہ ہیں جو سوال کیے جانے سے بھی پہلے گواہی دے دیں۔''

اسی طرح ایک اور آیت ہے:

وَ اسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ۔[۳]

''اور بنا لو گواہ دو آدمیوں کو تم میں سے اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جن کو تم گواہ بنانا پسند کرو۔''

اسی طرح یہ آیت ہے:

وَ اَشْهِدُوْا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ۔[۴]

''دو عادل آدمیوں کو گواہ بنا لو۔''

اسی طرح یہ آیت ہے:

---

(۱) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۸۳

(۲) ابن ماجه، السنن، كتاب الأحكام، باب الرجل عنده الشهادة، ۲: ۷۹۲، رقم: ۲۳۶۴

(۳) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۸۲

(۴) القرآن، الطلاق، ۶۵: ۲

وَاَشْهِدُوْا اِذَا تَبَايَعْتُمْ۔[1]

”اور جب خرید و فروخت کرو تو گواہ بنا لو۔“

وہ مسائل جن میں صرف عورت ہی کی گواہی معتبر ہے

وہ مسائل جن سے مرد آگاہ نہیں ہو سکتے ان میں صرف عورت ہی کی گواہی معتبر ہوگی چاہے گواہی دینے والی ایک ہی عورت ہو:

تجوز شهادة المراة الواحد فيما لا يطلع عليه الرجال۔[2]

”جن امور سے مرد مطلع نہیں ہو سکتے ان میں ایک عورت کی گواہی معتبر ہوگی۔“

تجوز شهادة المرأة الواحدة في الرضاع۔[3]

”بچے کی رضاعت میں ایک عورت کی گواہی بھی معتبر ہے۔“

و يقبل في الولادة والبكارة والعيوب بالنساء في موضع لا يطلع عليه الرجال شهادة امراة واحد۔[4]

”ولادت اور عورتوں کے وہ معاملات جن سے مرد آگاہ نہیں ہو سکتے وہاں ایک عورت کی گواہی قبول کی جائے گی۔“

ہم یہاں ان معاملات اور مسائل کو بیان کریں گے جن میں مردوں کی گواہی معتبر نہیں، بلکہ صرف عورت کی گواہی معتبر ہے ان مسائل میں علماء کا اتفاق ہے اور کوئی اختلافی رائے نہیں پائی جاتی:

---

(۱) القرآن، البقرہ، ۲:۲۸۲

(۲) عبدالرزاق، المصنف، ۷: ۴۸۴، رقم: ۱۳۹۷۸

(۳) عبدالرزاق، المصنف، ۸: ۳۳۵، رقم: ۱۵۴۰۶

(۴) مرغینانی، ہدایۃ، ۲: ۱۵۴

(۱) ولادت اور بچے کے رونے پر گواہی

اگر بچہ کی ولادت اور بچے کے رونے کے مسئلے میں کوئی نزاع واقع ہو جائے تو یہاں صرف عورت کی گواہی معتبر ہو گی مرد کی نہیں۔ اس لئے کہ یہ ان اُمور میں سے ہے جن پر اکثر اوقات مرد مطلع نہیں ہو سکتے۔ اس معاملے میں حضور نبی اکرم ﷺ نے دائی کی تنہا گواہی جائز قرار دی ہے۔

(۲) رضاعت

اسی طرح اگر رضاعت کے معاملے پر اختلاف ہو جائے اور معاملہ قاضی تک پہنچ جائے تو عورت کو یہ حق ہے کہ وہ گواہی دے کیونکہ یہ وہ مسئلہ ہے جو عورت کے ساتھ خاص ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور امام احمدؒ کا موقف ہے کہ دودھ پلانے والی عورت کی تنہا گواہی قبول کی جائے گی۔ اس لئے کہ بخاری میں روایت ہے کہ حضرت عقبہ بن حارث نے اُمِ یحییٰ بنت ابی اہاب سے نکاح کیا۔ تو سوداء لونڈی نے آکر کہا کہ تم دونوں کو میں نے دودھ پلایا تھا تو حضور اکرم ﷺ سے اُنہوں نے یہ مسئلہ پوچھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کیف و قد قیل ففارقھا و نکحت زوجا غیرہ۔(۱)

''نکاح کیسے (قائم رہ سکتا ہے) اور گواہی دیدی گئی ہے۔ تو عقبہ نے ان سے علیحدگی اختیار کر لی اور بنت ابی اہاب نے کسی اور سے نکاح کر لیا۔''

(۳) ماہواری پر گواہی

ماہواری (حیض) کے کسی بھی اختلاف پر بھی گواہی عورت ہی دے سکتی ہے۔

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الشہادات، باب إذا شھد شاھد، ۲: ۹۳۴، رقم: ۲۴۹۷

اسلام میں عورتوں کے حقوق اور عزت و احترام کے اس تذکرے سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ انسانی تہذیب کے اس مرحلے پر جب عورت کو جانوروں سے بھی بدتر تصور کیا جاتا تھا اور کسی عزت و تکریم کا مستحق نہیں سمجھا جاتا تھا، آپ ﷺ نے عورت کو وہ حقوق عطا فرمائے جس سے اسے تقدس اور احترام پر مبنی سماجی و معاشرتی مقام نصیب ہوا۔ اور آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی یہ صرف اسلام کا عطا کردہ ضابطہ حیات ہے جہاں عورت کو تکریم اور بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ کی ضمانت میسر آ سکتی ہے۔

۷۔ عورت کے سیاسی حقوق

(۱) عورت کا ریاستی کردار

اسلام میں عورت کا کردار صرف خاندان یا معاشرے تک ہی محدود نہیں بلکہ اہلیت کی بنیاد پر عورت کو ریاستی سطح پر بھی کردار دیا گیا ہے۔ قرآن حکیم میں مسلم معاشرے میں ذمہ داریوں کا تعین کرتے ہوئے مرد و خواتین دونوں کو برابر اہمیت دی گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ اللهَ وَ رَسُوْلَهٗ ط اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللهُ ط اِنَّ اللهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ٥ (۱)

”اور اہل ایمان مرد اور اہل ایمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق و مددگار ہیں، وہ اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت بجا لاتے ہیں، ان لوگوں پر اللہ عنقریب رحم فرمائے گا، بیشک اللہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے٥“

(۱) القرآن، التوبہ، ۹: ۷۱

اس آیت مبارکہ میں خواتین اور مردوں کوایک دوسرے کا اس طرح مددگار ٹھہرایا گیا ہے کہ:

(الف) سماجی و معاشرتی دائرہ میں معروف کے قیام اور منکر کے خاتمے

(ب) مذہبی دائرہ میں اِقامتِ صلوٰۃ

(ج) اقتصادی دائرہ میں نظام زکوۃ کے قیام

(د) سیاسی دائرہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی اطاعت کے ذریعے ایک مثالی اسلامی معاشرہ تشکیل دیں۔

(۲) رائے دہی کا حق

اسلام نے عورت کو ایک مکمل قانونی فرد تسلیم کرتے ہوئے سربراہ کے چناؤ، قانون سازی اور دیگر ریاستی معاملات میں مردوں کے برابر رائے دہی کا حق دیا ہے۔ عورتوں کوحق رائے دہی دینے کی انسانی، معاشرتی اور تہذیبی اہمیت کا اندازہ اس وقت ہی ہوسکتا ہے جب ہم عورت کے اس حق کے عالمی سطح پر اعتراف کی تاریخ کا جائزہ لیں۔ آج کا جدید معاشرہ صدیوں کی جدوجہد اور نسلی وجنسی امتیاز کی کشمکش سے گزرنے کے بعد انسانی رائے کے تقدس کے شعور کی منزل تک پہنچا ہے۔قبل اس کے کہ صدیوں پہلے عورت کواسلام کے عطا کردہ حقِ رائے دہی کی تفصیل بیان کی جائے۔ انسانی تکریم و تقدیس کے پیشِ نظر ہم جدید دنیا میں عورت کے حق رائے دہی کے اعتراف کی تاریخ کا مختصر جائزہ پیش کرتے ہیں:

(ا) برطانیہ میں عورت کا حق رائے دہی

برطانیہ میں عورت کے حق رائے دہی کے لیے جدو جہد کا آغاز 1897ء میں Millicent Fawcett نے National Union of Women's Sufferage کے قیام سے کیا۔ یہ تحریک اس وقت زیادہ زور پکڑ گئی جب 1903 میں

Emmeline Pankhurst نے Women's Social and Political Union بنائی اور یہ یونین بعد میں Suffragettes کے نام سے مشہور ہوئی۔

برطانیہ کے House of Commons نے 1918ء میں 55 کے مقابلہ میں 385 ووٹوں کی اکثریت سے Representation of People Act پاس کیا جس کے مطابق 30 سال سے زائد عمر کی خواتین کو ووٹ ڈالنے کا حق دیا گیا۔ اگرچہ یہ خواتین کے حق رائے دہی کے اعتراف کا نقطۂ آغاز تھا مگر ابھی عورتوں کو مردوں کے برابر مقام نہیں دیا گیا تھا کیونکہ عام مردوں کے لیے حق رائے دہی کی اہلیت 21 سال اور مسلح افواج کے لئے 19 سال تھی۔

(۲) امریکہ میں عورت کا حق رائے دہی

امریکہ میں 4 جولائی 1776ء کا اعلان آزادی (The Declaration of Indepedence) جدید جمہوری معاشرے کے قیام کی خشتِ اول سمجھا جاتا ہے مگر اس میں بھی عورت کو بنیادی انسانی حقوق کے قابل نہیں سمجھا گیا۔

Richard N. Current کے مطابق نو آبادیاتی معاشرے کی عورت ہر طرح کے حق سے محروم تھی:۔

> In colonial society...a married woman had had virtually no rights at all.... The Revolution did little to change [this].(1)

> ''نو آبادیاتی معاشرے میں ایک شادی شدہ عورت کے کوئی حقوق نہ تھے اور نہ ہی انقلاب آزادی سے اس میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی۔''

اسی طرح جب جیفرسن (Jefferson) نے اعلان آزادی میں The people کا لفظ استعمال کیا تو اس سے مراد صرف سفید فام آزاد مرد تھے۔(۲)

(1) Richard N. Current et al., American History: A Survey, 7th ed. (New York: Knopf, 1987), 142.
(2) Lorna C. Mason et al., History of the United States, vol. 1: Beginnings to 1877 (Boston: Houghton Mifflin, 1992), 188.

اور آج دو صدیوں بعد بھی امریکہ میں عورت مساوی آزادی و مساوات کے لئے مصروف جدوجہد ہے،(۱) کیونکہ:

The Declaration...refers to "men" or "him," not to women.[2]

جان بلم کے الفاظ میں:

[Early American men] would not accept them as equals.[3]

یہی وجہ ہے کہ 1848ء میں Seneca Falls میں ہونے والے تاریخی New York Women's Right Convention کے لیے Declaration of Sentiments لکھتے ہوئے Elizabeth Cady Stanton نے اس بات پر زور دیا کہ اعلان آزادی میں عورت کے نجی اور عمومی مطالبے بھی شامل کیے جائیں۔(۴)

انیسویں صدی کی امریکہ کی عورتوں کے حقوق کی علم بردار Susan B. Anthony کو 1872ء میں صدارتی الیکشن میں ووٹ ڈالنے پر گرفتار کر لیا گیا اور ایک سو ڈالر کا جرمانہ کیا گیا کیونکہ اسے قانونی طور پر حق رائے دہی حاصل نہیں تھا۔

Susan B. Anthony نے امریکی آئین کے دیباچہ کے درج ذیل مندرجات کی روشنی میں یہ موقف اختیار کیا کہ آئین کی رو سے عورت بھی ایک فرد ہے جسے تمام آئینی حقوق حاصل ہونے چاہئیں:

---

(1) Milton C. Cummings and David Wise, Democracy Under Pressure: An Introduction to the American Political System, 7th ed. (Fort Worth: Harcourt Brace, 1993), 45.

(2) James MacGregor Burns et al., Government by the People, 15th ed. (Englewood Cliffs: Prentice Hall, 1993), 117.

(3) John M. Blum et al., The National Experience: A History of the United States, 8th ed. (Ft. Worth: Harcourt, 1993), 266.

(4) Kerber, Women of the Republic: Intellect and Ideology in Revolutionary America (Chapel Hill: University of North Carolina Press, 1980), xii.

We, the people of the United States, in order to form a more perfect union, establish justice, insure domestic tranquillity, provide for the common defense, promote the general welfare, and secure the blessings of liberty to ourselves and our posterity, do ordain and establish this Constitution for the United States of America.

''ہم متحدہ ریاستوں کے عوام ریاستہائے متحدہ امریکہ کے آئین کی تشکیل اور نفاذ کرتے ہیں تاکہ زیادہ مکمل یونین تشکیل دی جاسکے، انصاف قائم ہو، داخلی امن و استحکام یقینی بنایا جائے، مشترکہ دفاع مہیا ہو، فلاح عامہ کا فروغ ہو اور اپنے لیے اور آنے والی نسلوں کے لیے آزادی کی نعمت کا تحفظ کیا جائے۔''

4 جون 1919ء کو امریکی کانگرس اور سینٹ نے امریکی آئین کا 19واں ترمیمی بل منظور کیا جس میں یہ قرار پایا:

Article IXX: "The right of citizens of the United States to vote shall not be denied or abridged by the United States or by any State on account of sex."

''آرٹیکل 19: کوئی ریاست یا متحدہ ریاستیں ریاستہائے متحدہ امریکہ کے شہریوں کا حق رائے دہی جنس کی بنیاد پر ختم نہیں کریں گی۔''

امریکہ میں خواتین کو ۱۹۲۰ء تک رائے دہی کا حق حاصل نہ تھا، جب انیسویں آئینی ترمیم منظور ہوئی جس کے تحت یہ حق دیا گیا۔

(۳) فرانس میں عورت کا حق رائے دہی

7 فروری 1848ء میں فرانس کی عبوری حکومت نے نئی جمہوریہ کے لیے درج ذیل تین حقوق کا لازمی اعتراف کیا:

۱۔ عمومی حق رائے دہی (Universal Sufferage)

۲۔ تعلیم (Education)

۳۔ روزگار (Employment)

مگر اس کے باوجود مساوی آئینی مقام حاصل کرنے کے لیے عورتوں کو کم و بیش 100 سال جدوجہد کرنا پڑی تاآنکہ 1944 میں عورتوں کو حق رائے دہی دیا گیا۔

(۴) آسٹریلیا میں عورت کا حقِ رائے دہی

آسٹریلیا میں ملک گیر سطح پر خواتین کو رائے دہی کا حق 1926ء میں دیا گیا جبکہ آسٹریلوی پارلیمنٹ کے انتخابات میں کامیابی حاصل کرنے والی پہلی خاتون Edith Cowan تھی جو مغربی آسٹریلیا کی قانون ساز اسمبلی کی 1921ء میں رکن منتخب ہوئی۔ آسٹریلیا میں خواتین کو بتدریج حق رائے دہی ملنے کی تاریخ درج ذیل ہے:

آسٹریلیا میں عورتوں کے سیاسی حقوق:

State	Right to Vote	Right To Sit	First Woman Elected
South Australia	1894	1894	1959
Western Australia	1899	1920	1921
Commonwealth	1902	1902	1943
New South Wales	1902	1918 LA 1926 LC	1925 LA 1931 LC
Tasmania	1903	1921	1948
Queensland	1905	1918	1929
Victoria	1908	1923	1933

عورتوں کو سب سے پہلے حق رائے دہی دینے والا ملک نیوزی لینڈ تھا جس نے 1893ء میں یہ حق تفویض کیا۔

(۵) دیگر ممالک میں خواتین کے سیاسی حقوق:

Country	Right to Vote	Right to Sit	First Woman Elected
New Zealand	1893	1919	1933
Australia	1902	1902	1943
Finland	1906	1906	1907
Norway	1907/1913	1907/1913	1936
Denmark	1915	1915	1918
UK	1918/1928	1918	1918
Germany	1918	1918	1919
Czechoslovakia	1918	1918	1920
Austria	1919	1919	1919
Canada	1919	1919	1921
Netherlands	1919	1917	1918

مندرجہ بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہے کہ آج کی جدید دنیا میں عورت کو حق رائے دہی طویل جدوجہد کے بعد بیسویں صدی میں حاصل ہوسکا جس کی مزید تائید دنیا کے ۱۴۴ ممالک میں عورت کو ملنے والے حق رائے دہی کی درج ذیل تفصیل سے ہوتی ہے:

HDI Rank	Country	Year women received right to vote
1	Norway	1907, 1913
2	Iceland	1915
3	Sweden	1861,1921
4	Australia	1902, 1962
5	Netherlands	1919

6	Belgium	1919, 1948
7	United States	1920, 1960
8	Canada	1917, 1950
9	Japan	1945, 1947
10	Switzerland	1971
11	Denmark	1915
12	Ireland	1918, 1928
13	United Kingdom	1918, 1928
14	Finland	1906
15	Luxembourg	1919
16	Austria	1918
17	France	1944
18	Germany	1918
19	Spain	1931
20	New Zealand	1893
21	Italy	1945
22	Israel	1948
23	Portugal	1931, 1976
24	Greece	1927, 1952
25	Cyprus	1960
26	Barbados	1950
27	Singapore	1947
28	Slovenia	1945
29	Korea, Rep. of	1948
30	Czech Republic	1920

31	Malta	1947
32	Argentina	1947
33	Poland	1918
34	Seychelles	1948
35	Hungary	1918
36	Slovakia	1920
37	Uruguay	1932
38	Estonia	1918
39	Costa Rica	1949
40	Chile	1931, 1949
41	Lithuania	1921
42	Croatia	1945
43	Bahamas	1961, 1964
44	Latvia	1918
45	Saint Kitts and Nevis	1951
46	Cuba	1934
47	Belarus	1919
48	Trinidad and Tobago	1946
49	Mexico	1947
50	Antigua and Barbuda	1951
51	Bulgaria	1937
52	Panama	1941, 1946
53	Macedonia, TFYR	1946
54	Libyan Arab Jamahiriya	1964
55	Mauritius	1956

56	Russian Federation	1918
57	Colombia	1954
58	Brazil	1934
59	Belize	1954
60	Dominica	1951
61	Venezuela	1946
62	Samoa (Western)	1990
63	Saint Lucia	1924
64	Romania	1929, 1946
65	Thailand	1932
66	Ukraine	1919
67	Suriname	1948
68	Jamaica	1944
69	St. Vincent & Grenadines	1951
70	Fiji	1963
71	Peru	1955
72	Paraguay	1961
73	Philippines	1937
74	Maldives	1932
75	Turkmenistan	1927
76	Georgia	1918, 1921
77	Guyana	1953
78	Grenada	1951
79	Dominican Republic	1942
80	Albania	1920

81	Ecuador	1929, 1967
82	Sri Lanka	1931
83	Armenia	1921
84	Cape Verde	1975
85	China	1949
86	El Salvador	1939
87	Algeria	1962
88	Moldova, Rep. of	1978, 1993
89	Viet Nam	1946
90	South Africa	1930, 1994
91	Bolivia	1938, 1952
92	Honduras	1955
93	Equatorial Guinea	1963
94	Mongolia	1924
95	Gabon	1956
96	Guatemala	1946
97	Nicaragua	1955
98	Solomon Islands	1974
99	Namibia	1989
100	Botswana	1965
101	India	1950
102	Vanuatu	1975, 1980
103	Ghana	1954
104	Cambodia	1955
105	Myanmar	1935

106	Papua New Guinea	1964
107	Swaziland	1968
108	Comoros	1956
109	Lao People's Dem. Rep.	1958
110	Bhutan	1953
111	Lesotho	1965
112	Congo	1963
113	Togo	1945
114	Cameroon	1946
115	Nepal	1951
116	Zimbabwe	1957
117	Kenya	1919, 1963
118	Uganda	1962
119	Madagascar	1959
120	Haiti	1950
121	Gambia	1960
122	Nigeria	1958
123	Djibouti	1946
124	Eritrea	1955
125	Senegal	1945
126	Guinea	1958
127	Rwanda	1961
128	Benin	1956
129	Tanzania, U. Rep. of	1959
130	Côte d'Ivoire	1952

131	Malawi	1961
132	Zambia	1962
133	Angola	1975
134	Chad	1958
135	Guinea-Bissau	1977
136	Congo, Dem. Rep. of the	1967
137	Central African Republic	1986
138	Ethiopia	1955
139	Mozambique	1975
140	Burundi	1961
141	Mali	1956
142	Burkina Faso	1958
143	Niger	1948
144	Sierra Leone	1961

Notes:

1. Data refer to the year in which right to vote or stand for election on a universal and equal basis was recognized. Where two years are shown, the first refers to the first partial recognition of the right to vote or stand for election.

Source:

IPU (Inter-Parliamentary Union). 1995. Women in Parliaments 1945-1995: A World Statistical Survey. Geneva and IPU (Inter-Parliamentary Union). 2003. Correspondence on year women received the right to vote and to stand for election and year first woman was elected or appointed to parliament. March. Geneva.

ریاستِ مدینہ میں حقِ رائے دہی

ریاستِ مدینہ کے مقام کے ساتھ ہی حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی سنت مبارکہ سے عورت کے حق رائے دہی کو قانونی بنیاد فراہم فرمائی۔ آپ ﷺ کی اسی سنت مبارکہ پر عمل کرتے ہوئے خلفائے راشدین نے اپنے ادوار میں خواتین کی رائے کی ریاستی معاملات میں شمولیت یقینی بنائی۔ حضور نبی اکرم ﷺ اسلام میں داخل ہونے والے مردوں سے جس طرح بیعت لیتے تھے اسی طرح عورتوں سے بھی بیعت لیتے تھے۔ قرآن حکیم عورتوں کی بیعت سے متعلق فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَکَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِکْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَکَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (۱)

’’اے نبی! جب آپ کی خدمت میں مومن عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی اور چوری نہیں کریں گی اور بدکاری نہیں کریں گی اور اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی اور اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان سے کوئی جھوٹا بہتان گھڑ کر نہیں لائیں گی (یعنی اپنے شوہر کو دھوکہ دیتے ہوئے کسی غیر کے بچے کو اپنے پیٹ سے جنا ہوا نہیں بتائیں گی) اور (کسی بھی) امرِ شریعت میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی، تو آپ اُن سے بیعت لے لیا کریں اور اُن کے لیے اللہ سے بخشش طلب فرمائیں، بے شک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے ○‘‘

اسی طرح مختلف احادیث میں ہے کہ صحابیات حضور نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پر

(۱) القرآن، الممتحنہ، ۶۰: ۱۲

بیعت کرتیں:

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

أن رسول الله ﷺ كان يمتحن من هاجر إليه من المؤمنات بهذه الآية بقول الله: ﴿يَآأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ﴾ ...... إلى قوله ...... ﴿غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ٥﴾ قال عروة: قالت عائشة: فمن أقر بهذا الشرط من المؤمنات، قال لها رسول الله ﷺ: قد بايعتك۔ كلاما، ولا والله ما مست يده يد امرأة قط في المبايعة، ما يبايعهن إلا بقوله: قد بايعتك على ذلك۔[1]

’’جو مسلمان عورتیں آپ ﷺ کی طرف ہجرت کر کے آتیں تو آپ ﷺ آیت ﴿اے نبی! جب آپ کی خدمت میں مومن عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوں﴾ ...... تا ...... ﴿بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے﴾ کے مطابق اُن کا امتحان لیا کرتے۔ عروہ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا کہ جو مسلمان عورتیں ان شرائط کا اقرار کرتیں تو رسول اللہ ﷺ ان

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب تفسير القرآن، باب إذا جاءكم المؤمنات، ۴: ۱۸۵۶، رقم: ۴۶۰۹

۲۔ بخاری، الصحيح، كتاب الطلاق، باب إذا اسلمت المشركة، ۵: ۲۰۲۵، ۲۰۲۶، رقم: ۴۹۸۳

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۲۷۰

۴۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۴: ۲۷۲، رقم: ۴۱۷۳

۵۔ طبرانی، المعجم الصغير، ۱: ۳۲۷، رقم: ۵۴۱

۶۔ ابن منده، الايمان، ۲: ۵۲۸، رقم: ۴۹۴

۷۔ ابن منده، الايمان، ۲: ۵۲۸، رقم: ۴۹۴

۸۔ مبارك پوری، تحفة الاحوذي، ۹: ۱۴۳، ۱۴۴

عورتوں سے فرما دیا کرتے کہ میں نے تمہیں بیعت کر لیا۔ اور خدا کی قسم، بیعت کرتے وقت آپ ﷺ کے دست مبارک نے کسی عورت کا ہاتھ قطعاً نہیں چھوا۔ آپ ﷺ کا عورتوں کو بیعت کرنا صرف زبانی کلامی ہوتا کہ فرما دیتے کہ میں نے تمہیں فلاں بات پر بیعت کر لیا ہے۔''

۲۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

بايعنا النبی ﷺ، فقرأ علينا: ﴿أَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللهِ شَيْئًا﴾ و نهانا عن النياحة، فقبضت امرأة منا يدها، فقالت: فلانة أسعدتنی، و أنا أريد أن أجزيها، فلم يقل شيئا، فذهبت ثم رجعت، فما وفت امرأة إلا أم سليم، و أم العلاء، و ابنة أبی سبرة امرأة معاذ، أو ابنة أبی سبرة، و امرأة معاذ۔(۱)

''ہم نے حضور نبی اکرم ﷺ سے بیعت کی تو آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: ''اور تم اللہ کا کسی کو شریک نہ ٹھہرانا'' اور ہمیں نوحہ کرنے سے منع فرمایا۔ چنانچہ ہم میں سے ایک عورت نے اپنا ہاتھ روک لیا اور عرض گزار ہوئی کہ فلاں عورت نے نوحہ کرنے میں میری مدد کی تھی اور میں اس کا بدلہ اتارنا چاہتی ہوں۔ آپ ﷺ نے کچھ نہ فرمایا، وہ چلی گئی اور پھر لوٹ کر آئی۔ یہ باتیں ام سلیم، ام العلاء، ابوسبرہ کی صاحبزادی اور معاذ کی بیوی کے سوا دیگر عورتوں سے پوری طرح نبھائی نہ جا سکیں۔''

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الاحکام، باب بیعة النساء، ۶:۲۶۳۷، رقم: ۶۷۸۹

۲۔ بیهقی، السنن الکبریٰ، ۴: ۶۲

۳۔ عسقلانی، فتح الباری، ۸: ۶۳۸

۴۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۴: ۳۵۴

آپ ﷺ کی اس سنت مبارکہ پر عمل خلافت راشدہ کے دور میں بھی جاری رہا اور رائے دہی کے معاملات میں خواتین کو بھرپور شمولیت دی گئی۔ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد جانشین کے انتخاب کے لئے چھ رکنی کمیٹی تشکیل دی تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو چیف الیکشن کمشنر نامزد کر دیا گیا۔ انہوں نے استصواب عام کے ذریعے مسلسل تین دن گھر گھر جا کر لوگوں کی آراء معلوم کیں جن کے مطابق بھاری اکثریت نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنائے جانے کے حق میں فیصلہ دیا۔ اس الیکشن میں خواتین بھی شامل ہوئیں اور تاریخ میں پہلی بار ایسی مثال قائم کی گئی(۱)، جبکہ آج کے دور دور میں ہم سیاسی معاملات میں عورت کی شمولیت کا سہرا مغرب کے سر رکھتے ہیں حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ یہ اسلام ہی تھا جس نے آج سے چودہ سو سال قبل عورت کو رائے حق دہی کا حق عطا کیا۔

(۳) مقنّنہ (parliament) میں نمائندگی کا حق

حضور نبی اکرم ﷺ کے عطا کردہ زریں جمہوری اصولوں پر خلفائے راشدین بھی کاربند رہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مختلف ریاستی معاملات میں خواتین سے مشاورت کی۔ ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں لوگوں کے مسائل سے آگہی کے لئے گھوم رہے تھے کہ ایک گھر سے آپ رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کے اشعار سنے جس میں وہ اپنے شوہر کی جدائی کا ذکر کر رہی تھی۔ جس کا شوہر جہاد پر جانے کی وجہ سے کافی عرصہ سے گھر سے دور تھا۔ اس معاملہ نے آپ کو پریشان کردیا اور آپ نے واپس آتے ہی ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے اس پر مشاورت کی اور ان کے مشورہ سے مجاہدین کے

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الاحکام، باب کیف یبایع، ۶: ۲۶۳۴، ۲۶۳۵، رقم: ۶۷۸۱

۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۱۴۷

۳۔ طبری، تاریخ الامم و الملوک، ۳: ۳۵۔ ۳۷

۴۔ ابن کثیر، البدایہ و النہایہ، ۵: ۲۲۶، ۲۲۷

گھر سے دور رہنے کی زیادہ سے زیادہ مدت چار ماہ مقرر فرمائی۔[۱]

حضرت عمر ﷛ کے نظام خلافت کی تفاصیل سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کی مجلس شوریٰ میں خواتین کو بھی نمائندگی حاصل تھی۔ ایک موقع پر جب آپ نے مجلس شوریٰ سے عورتوں کے مہر کی مقدار متعین کرنے پر رائے لی تو مجلس شوریٰ میں موجود ایک عورت نے کہا آپ کو اس کا حق اور اختیار نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اِنۡ اَرَدۡتُّمُ اسۡتِبۡدَالَ زَوۡجٍ مَّکَانَ زَوۡجٍ ۙ وَّ اٰتَیۡتُمۡ اِحۡدٰہُنَّ قِنۡطَارًا فَلَا تَاۡخُذُوۡا مِنۡہُ شَیۡئًا ؕ اَتَاۡخُذُوۡنَہٗ بُہۡتَانًا وَّ اِثۡمًا مُّبِیۡنًا ﴿۲﴾[۲]

’’اور اگر تم ایک بیوی کے بدلے دوسری بیوی بدلنا چاہو اور تم اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تب بھی اس میں سے کچھ واپس مت لو۔ کیا تم ظلم و دہشت کے ذریعے اور کھلا گناہ کر کے وہ مال (واپس) لو گے ○‘‘

اس پر حضرت عمر ﷛ نے اپنی تجویز واپس لے لی اور فرمایا:

امرأة خاصمت عمر فخصمته۔[۳]

’’ایک عورت نے عمر سے بحث کی اور وہ اُس پر غالب آ گئی۔‘‘

دوسری روایت کے مطابق آپ ﷛ نے فرمایا:

امراة أصابت و رجل أخطاء۔[۴]

’’عورت نے صحیح بات کی اور مرد نے غلطی کی۔‘‘

اس واقعہ کی رو سے یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ سیدنا عمر ﷛ کسی عوامی جگہ یعنی

(۱) سیوطی، تاریخ الخلفاء: ۱۳۹

(۲) القرآن، النساء، ۴: ۲۰

(۳) عبدالرزاق، المصنف، ۶: ۱۸۰، رقم: ۱۰۴۲۰

(۴) شوکانی، نیل الاوطار، ۶: ۱۷۰

مارکیٹ، بازار وغیرہ میں ریاستی معاملہ discuss نہیں کر رہے تھے بلکہ یہ مسئلہ پارلیمنٹ میں زیرِ غور تھا جس کا مطلب ہے کہ عامۃ الناس کی بجائے منتخب افراد ہی اس عمل مشاورت میں شریک تھے۔ لہٰذا ایک خاتون کا کھڑے ہو کر بل پر اعتراض کرنے سے یہ مفہوم نمایاں طور پر اخذ ہوتا ہے کہ اس دور میں خواتین کو ریاستی معاملات میں شرکت کرنے، حکومت میں شامل ہونے اور اپنی رائے پیش کرنے کا اختیار حاصل تھا۔ مزید برآں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بل واپس لے لینا اور اپنی غلطی کا اعتراف کر لینا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اسلام میں جنسی امتیاز کے لئے کوئی جگہ نہیں اور مرد و زن کو یکساں حقوق حاصل ہیں۔

ثانیاً اس واقعہ سے اسلامی ریاست کے آئینی و قانونی معاملات چلانے کے بارے میں بھی ہدایات ملتی ہیں، اسلامی ریاست میں بل پارلیمنٹ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور پھر ہر رکن پارلیمنٹ اس کے بارے میں اپنی رائے دیتا ہے۔ اگر مخالفت میں دلائل ٹھوس اور مضبوط ہوں تو بل واپس بھی لیا جاتا ہے ورنہ باہمی اتفاق رائے سے وہ بل قانون بنا دیا جاتا ہے، اور دورِ جدید میں یہی طریقہ کار جمہوریت کہلاتا ہے۔

(۴) عورت بطور سیاسی مشیر

اسلام سے قبل خواتین کو کسی بھی سماجی یا سیاسی کردار کا اہل نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اسلام نے عورت کو سماجی و معاشرتی زندگی میں پر وقار عطا کیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی سنت مبارکہ سے خواتین سے مشاورت کی تعلیم دی۔ آغازِ نبوت میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا کردار اس کی واضح نظیر ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کفار مکہ سے معاہدہ کے بعد ظاہری صورت حال کے پیش نظر مغموم تھے، آپ ﷺ نے جب انہیں ارشاد فرمایا:

قوموا فانحروا ثم احلقوا۔[1]

(۱) ا۔ بخاری، الصحیح، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد، ۲: ۹۷۸، رقم: ۲۵۸۱

''کھڑے ہو جاؤ اور قربانی کرو اور بال کٹواؤ۔''

تو صحابہ ﷺ میں سے کوئی بھی کھڑا نہ ہوا۔ اس پر آپ ﷺ اپنی قیام گاہ پر حضرت ام سلمہ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور ان سے مشورہ کیا تو حضرت ام سلمہ نے آپ ﷺ کو مشورہ دیتے ہوئے فرمایا:

یا نبی اللہ: اتحب ذلک ...... اخرج الیھم ثم لا تکلم احدا منھم کلمۃ حتی تنحر بدنک، و تدعو حالقک، فیحلقک فخرج، فلم یکلم احدا منھم حتی فعل ذلک ...... نحر بدنہ و دعا حالقہ فحلقہ، فلما رأوا ذلک قاموا فنحروا، و جعل بعضھم یحلق بعض حتی کاد بعضھم یقتل بعض غما۔[1]

...... ۲۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الجہاد، باب فی صلح العدو، ۳: ۸۵، رقم: ۲۷۶۵

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۳۰

۴۔ عبدالرزاق، المصنف، ۵: ۳۴۰، رقم: ۹۷۲۰

۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۳۸۹، رقم: ۳۶۸۵۵

۶۔ ابن جارود، المنتقیٰ: ۱۳۳، رقم: ۵۰۵

۷۔ بیہقی، السنن الکبری، ۵: ۲۱۵

۸۔ بیہقی، السنن الکبری، ۹: ۲۲۰

۹۔ طبرانی، المعجم، الکبیر، ۲۰: ۱۴، رقم: ۱۳

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد، ۲: ۹۷۸، رقم: ۲۵۸۱

۲۔ عبدالرزاق، المصنف، ۵: ۳۴۰، رقم: ۹۷۲۰

۳۔ طبری، تاریخ الامم و الملوک، ۲: ۶۳۷

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۱: ۲۲۵، رقم: ۴۸۷۲

۵۔ ابن حزم، الاحکام، ۴: ۴۴۷

"اے نبی اللہ! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ وہ آپ کے حسب حکم قربانی کریں اور سر منڈوائیں...... (تو پھر) آپ ﷺ ان کی طرف تشریف لے جائیں اور ان میں سے کسی سے بھی گفتگو نہ کریں بلکہ اپنی قربانی کا جانور ذبح فرمائیں۔ اور حجام کو بلائیں جو آپ ﷺ کے بال کاٹے گا۔ اس پر آپ ﷺ باہر تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے کسی سے کلام نہ فرمایا بلکہ اسی طرح کیا یعنی قربانی کا جانور ذبح کیا اور حجام کو بلایا جس نے آپ ﷺ کے بال کاٹے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ دیکھا تو کھڑے ہوگئے اور قربانی کرنے لگے اور ایک دوسرے کے بال بنانے لگے۔ حالانکہ ان کی شدت غم کا یہ عالم تھا کہ گویا ایک دوسرے کو (اس غم سے) قتل کر دیتے۔"

صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ کا ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مشورہ کرنا صائبۃ الرائے خواتین سے مشاورت کا اصول بیان کرتا ہے۔(۱)

آپ ﷺ کی اس تعلیم پر خلفائے راشدین بھی عمل پیرا رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عسکری خدمات انجام دینے والے افراد کے گھر سے باہر رہنے کی مدت کا تعین ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مشورہ سے کیا۔

(۵) اِنتظامی ذمہ داریوں پر تقرری کا حق

مسلم معاشرے میں خواتین کو صرف مجلس شوریٰ کی رکنیت کا حق ہی حاصل نہیں تھا بلکہ وہ مختلف انتظامی ذمہ داریوں پر بھی فائز رہیں مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شفا بنت عبداللہ عدویہ کو بازار کا نگران مقرر کیا تھا۔ وہ قضاء الحسبہ (Accountability Court) اور قضاء سوق (Market Administration) کی ذمہ دار تھیں۔

شفاء بڑی سمجھ دار اور باصلاحیت خاتون تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی رائے کو

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۶: ۲۷۵

مقدم رکھتے تھے اور پسند فرمایا کرتے تھے اور دوسروں پر فضیلت دیتے تھے۔[۱]

حضرت سمراء بنت نہیک اسدیہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کا زمانہ مبارک پایا تھا اور کافی عمر رسیدہ تھیں۔ وہ جب بازار میں سے گزرتیں تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتی تھیں۔ ان کے پاس ایک کوڑا تھا جس سے ان لوگوں کو مارتی تھیں جو کسی برے کام میں مشغول ہوتے۔[۲]

(٦) سفارتی مناصب پر فائز ہونے کا حق

ریاستی معاملات میں عورت کے کردار پر اسلام کے اعتماد کا نتیجہ تھا کہ حضرت عثمان ﷺ نے اپنے دورِ خلافت میں ۲۸ھ میں حضرت اُم کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما کو ملکہ روم کے دربار میں سفارتی مشن پر بھیجا۔

بعثت أم كلثوم بنت عليّ بن أبي طالب إلى ملكة الروم بطيب و مشارب واحفاش من احفاش النساء ...... وجاءت امرأة هرقل و جمعت نساءها و قالت: هذه هدية امرأة ملك العرب و بنت نبيهم۔[۳]

”حضرت اُم کلثوم بنت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہما کو روم کی ملکہ کی طرف خوشبو، مشروبات اور عورتوں کے سامان رکھنے کے صندوقچے دے کر بھیجا گیا۔ ...... آپ کے اِستقبال کے لیے ہرقل کی زوجہ آئی اور اس نے (روم کی) خواتین کو جمع کیا اور کہا: یہ تحفے عرب کے بادشاہ کی بیوی اور ان کے نبی کی بیٹی

---

(۱) ۱۔ ابن حزم، المحلی، ۹: ۴۲۹

۲۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب بر حاشیہ الاصابہ، ۴: ۳۴۱

(۲) ابن عبدالبر، الاستیعاب بر حاشیہ الاصابہ، ۴: ۳۳۵

(۳) طبری، تاریخ الامم والملوك، ۲: ۶۰۱

لے کر آئی ہیں۔“

اس طرح آپ نے سفارتی مناصب پر عورتوں کی تقرری کی نظیر قائم فرمائی۔

(۷) ریاست کی دفاعی ذمہ داریوں میں نمائندگی کا حق

حضور نبی اکرم ﷺ کے دور مبارک میں عورتیں جہاد میں برابر حصہ لیتی تھیں۔ آپ ﷺ نے عورتوں کو جہاد میں حصہ لینے کی حوصلہ افزائی فرمائی، عورتوں کی یہ حیثیت اسلامی معاشرے میں ان کے فعال کردار اور نمایاں مقام کا مظہر ہے:

عن انس قال: دخل رسول الله ﷺ علی ابنة ملحان فاتکأ عندها، ثم ضحک، فقالت: لم تضحک یا رسول الله؟ فقال: ناس من امتی یرکبون البحر الأخضر فی سبیل الله، مثلهم مثل الملوک علی الاسرة۔ فقالت: یا رسول الله، ادع الله ان یجعلنی منهم۔ قال: اللهم اجعلها منهم، ثم عاد فضحک فقالت له مثل أو ممّ ذلک؟ فقال لها مثل ذلک، فقالت: ادع الله ان یجعلنی منهم۔ قال: انت من الاولین ولست من الاخرین۔ قال انس: فتزوجت عبادة بن الصامت فرکبت البحر مع بنت قرظة، فلما قفلت، رکبت دآبتها فوقصت بها فسقطت عنها فماتت۔ (۱)

”حضرت انس ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے گھر جلوہ افروز ہوئے تو ٹیک لگائی اور سو گئے پھر ہنسے تو انہوں نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! آپ کو کس چیز نے ہنسایا ہے؟ فرمایا، میری امت کے کچھ افراد راہ خدا میں اس سبز سمندر پر سواری کر رہے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے بادشاہ

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الجهاد والسیر، باب غزو المرأة، ۳:۱۰۵۵، رقم: ۲۷۲۲

اپنے تختوں پر بیٹھتے ہیں۔ عرض گزار ہوئیں: یا رسول اللہ! دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں شمار فرما لے۔ آپ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! اسے ان میں شامل فرما لے۔ آپ ﷺ پھر سو گئے اور پھر ہنسے اور پھر اسی طرح پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے پہلے کی طرح جواب دیا۔ انہوں نے التجا کی کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے، مجھے اس گروہ میں شامل فرما لے۔ فرمایا تمہارا شمار پہلے گروہ میں ہے نہ کہ دوسرے میں، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد انہوں نے حضرت عبادہ بن صامت سے نکاح کر لیا پھر یہ (حضرت معاویہ کی بیوی) بنت قرظہ کے ہمراہ بحری سفر پر نکلیں جب واپس لوٹیں تو اپنے جانور پر سوار ہونے لگیں لیکن اس سے گر پڑیں اور جاں بحق ہو گئیں۔''

عن انس قال: لما کان یوم احد انهزم الناس عن النبی ﷺ قال: ولقد رأیت عائشة بنت ابی بکر و ام سلیم و انهما لمشمرتان، اری خدم سوقهما، تنقزان القرب و قال غیره: تنقلان القرب علی متونهما، ثم تفرغانه فی أفواه القوم ثم ترجعان فتملآنها ثم تجیئان فتفرغانها فی افواه القوم۔(۱)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب جنگ احد میں لوگ حضور نبی اکرم ﷺ سے دور ہو گئے تو میں نے حضرت عائشہ بنت ابوبکر اور حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ دونوں نے اپنے دامن سمیٹے ہوئے ہیں اور میں ان کے پیروں کی پازیب دیکھ رہا تھا دونوں اپنی پیٹھ پر پانی کی مشکیں لاتیں اور پیاسے مسلمانوں کو پلاتی تھیں پھر لوٹ جاتیں اور مشکیزے بھر کر لاتیں اور پیاسے مسلمانوں کو پلاتیں۔''

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الجهاد والسیر، باب غزو المرأة، ۳: ۱۰۵۵، رقم: ۲۷۲۴

قال ثعلبة بن ابی مالک: ان عمر ابن الخطاب قسم مروطا بین نساء من نساء المدینة فبقی مرط جید، فقال له بعض من عنده: یا أمیر المومنین اعط هذا ابنة رسول الله ﷺ التی عندک یریدون ام کلثوم بنت علی، فقال عمر: اُم سلیط احق و ام سلیط من نساء الانصار ممن بایع رسول الله ﷺ قال عمر: فانها کانت تزفر لنا القرب یوم احد۔[1]

”ثعلبہ بن ابو مالک روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کی مستورات میں کچھ چادریں تقسیم کی تھیں۔ ایک عمدہ چادر باقی بچ رہی۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا اے امیرالمومنین! یہ رسول اللہ ﷺ کی اس صاحبزادی کو دے دیجئے جو آپ کے حرم میں ہے۔ ان کی مراد ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما سے تھی۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ ام سلیط زیادہ حقدار ہیں اور ام سلیط انصار کی ان عورتوں میں سے ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی اور یہ اس لئے بھی زیادہ حقدار ہیں کہ جنگ احد میں ہمارے لئے مشک بھر بھر کر لاتی تھیں۔“

عن انس قال کان رسول الله ﷺ یغزوبام سلیم و نسوة معها من الانصار یسقین المآء ویدا وین الجرحی۔[2]

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الجهاد والسیر، باب حمل النساء، ۳: ۱۰۵۶، رقم: ۲۷۲۵

(۲) ۱۔ترمذی، السنن، کتاب السیر، ماجاء فی الخروج، ۴: ۱۳۹، رقم: ۱۵۷۵

۲۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الجهاد، باب فی النساء یغزون، ۳: ۱۸، رقم: ۲۵۳۱

۳۔ابن حبان، الصحیح، ۱۱: ۲۶، رقم: ۴۷۲۳

''حضرت انس ﷛ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اُم سلیم اور کچھ انصاری خواتین کے ہمراہ جہاد فرماتے تھے یہ خواتین پانی پلاتی تھیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔''

عن ام عطية قالت غزوت مع رسول الله ﷺ سبع غزوات اخلفهم فی رحالهم فاصنع لهم الطعام و اداوی الجرحی و اقوم علی المرضی۔(۱)

''حضرت اُم عطیہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات جہاد کیے میں غازیوں کی منزلوں میں ان کے پیچھے رہتی تھی ان کے لئے کھانا پکاتی تھی زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھی اور بیماروں کے علاج کا انتظام کرتی تھی۔''

حضور اکرم ﷺ کے دور مبارک میں ایسی خواتین کا تذکرہ ملتا ہے جنہوں نے بے مثال عسکری خدمات انجام دیں حضرت عائشہ﷝ اور حضرت نسیبہ بنت کعب نے غزہ احد میں شرکت کی، صفیہ بنت عبدالمطلب نے غزوہ خیبر میں یہودی کو قتل کیا۔ ازرہ بنت الحارث نے اہل بیسان کے خلاف لڑائی میں حصہ لیا۔ ام عطیہ الانصاریہ نے آپ ﷺ کے ساتھ سات غزوات میں شرکت کی۔ ام حکیم بنت الحارث روم کے خلاف معرکے میں شریک تھیں۔ یہی نہیں، کتب تاریخ بے شمار دیگر خواتین کے عسکری کردار کا تذکرہ بھی پیش کرتی ہیں۔(۲)

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الجهاد والسیر، باب النساء الغازیات، ۳: ۱۴۴۷، رقم: ۱۸۱۲

(۲) ۱۔ واقدی، المغازی، ۲: ۵۷۴

۲۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۲: ۲۱۷

۳۔ بلازری، انساب الاشراف، ۱: ۳۲۶

(۸) عورت کا حقِ اَمان دہی

عورت کے ریاستی کردار کا نمایاں اظہار اسے آپ ﷺ کی طرف سے عطا کردہ حقِ امان دہی سے بھی ہوتا ہے۔

۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر ابوالعاص بن الربیع کو امان دی جسے آپ ﷺ نے برقرار رکھا۔(۱)

۲۔ حضرت ام ہانی بنت ابی طالب نے اپنے دیوروں میں سے دو اشخاص کو امان دی اور رسول اکرم ﷺ نے ان کی امان کو بھی برقرار رکھتے ہوئے فرمایا:

قد أمّنا من أمّنت۔(۲)

''(اے اُم ہانی!) جس کو تم نے امان دی اس کو ہم نے بھی امان دی۔''

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إن المرأة تأخذ للقوم، يعني تجير على المسلمين۔(۳)

''عورت پوری قوم کے لئے امان دے سکتی ہے یعنی مسلمانوں کی طرف سے امان دے سکتی ہے۔''

۴۔ عورت کی امان کا صحیح ہونا رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے زمانہ میں ایک عام

---

(۱) ابن ہشام، السيرة النبوية، ۱: ۶۵۷

(۲) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب السير، باب ما جاء فی أمان العبد، ۴: ۱۴۱، رقم: ۱۵۷۹

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۳۴۱، رقم: ۲۶۹۳۶

(۳) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب السير، باب ما جاء فی أمان العبد، ۴: ۱۴۱، رقم: ۱۵۷۹

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۶۵

بات تھی۔ یہاں تک کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

إن كانت المرأة لتجير على المؤمنين فيجوز۔(۱)

''اگر کوئی عورت (مسلمانوں کی مصلحت کے خلاف بھی) کسی کو امان دے دے تو جائز ہے۔''

(۹) مسلم معاشرے میں عورت کا کردار

یہ عورت کو اسلام کی عطا کردہ عزت اور تکریم ہی تھی جس سے وہ معاشرے کا ایک موثر اور باوقار حصہ بن گئی اور اس نے زندگی کے ہر شعبے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ سیاسی و انتظامی اور سفارتی کردار کے علاوہ تعلیم وفن کے میدان میں بھی عورتیں نمایاں مقام کی حامل تھیں۔ روایتِ حدیث، قرات و کتابت، شعر و ادب اور دیگر علوم وفنون میں بھی بے شمار خواتین مہارت اور سند کا درجہ رکھتی تھیں،(۲) جن سے کچھ کا ذکر ذیل میں دیا گیا ہے:

نمبر شمار	نام	کردار شہرت
۱۔	اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	روایتِ حدیث، فقہ و قانون، تاریخ، علم الانساب، شعر، طب، علم نجوم
۲۔	اسماء بنت ابی بکر	روایتِ حدیث
۳۔	اُم عبداللہ بن زبیر	روایتِ حدیث

---

(۱) ابوداؤد، السنن، کتاب الجهاد، باب فی أمان المرأة، ۳:۸۴، رقم: ۲۷۶۴

(۲) ۱۔ طبری، تاریخ الامم و الملوک، ۴: ۲۶۰

۲۔ ابن عبد البر، الاستیعاب بر حاشیه الاصابه، ۴: ۳۳۵

نمبر	نام	خصوصیت
۴۔	شفاء العدویہ	قرات و کتابت کی ماہر، ام المومنین حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کی (قبل از شادی) معلّمہ
۵۔	عائشہ بنت طلحہ	شعر و ادب، نجوم، علم الافلاک کی ماہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شاگرد و بھانجی
۶۔	سکینہ بنت حسین رضی اللہ عنہما	شعر و ادب کی ماہرہ
۷۔	ولادہ بنت مستکفی الیادی	شعر و ادب کی ماہرہ
۸۔	علیہ بنت مہدی	شعر و ادب کی ماہرہ
۹۔	حمرہ بنت زیادت	شعر و ادب کی ماہرہ
۱۰۔	خنساء	شعر و ادب کی ماہرہ
۱۱۔	عائشہ الباعونیہ	شعر و ادب کی ماہرہ
۱۲۔	میمونہ بنت سعد	روایتِ حدیث (حضرت علی ﷺ نے ان سے روایت کی ہے)
۱۳۔	کریمہ مروزیہ	روایتِ حدیث، امام بخاری نے ان سے اخذِ حدیث کیا
۱۴۔	ام فضل کریمہ بنت عبد الوہاب	محدثہ، مؤرّخ محمد بن ابی شامہ کی (علم حدیث میں) معلّمہ
۱۵۔	فاطمۃ بنت عباس	عالمہ، فقیہہ، واعظہ، مصر و دمشق میں بڑا اثر تھا
۱۶۔	فاطمۃ حرانیہ	محدثہ
۱۷۔	اخت مزنی	امام شافعی سے کسبِ علم کیا، مرافعی نے ان سے مسائل زکوٰۃ بیان کئے

۱۸۔	نفیسہ بنت حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب	عالمہ
۱۹۔	جیمہ بنت حیؒ	تابعین میں سے ہیں، محدثہ، ترمذی و ابن ماجہ نے ان سے روایت کی
۲۰۔	فخر النساء سیدہ شہیدہ (۵ھ)	ادب اور تاریخ اسلامی کی ماہرہ اور معلمہ
۲۱۔	سیدہ عائشہ بنت احمد بن قادم اندلسیہ	عالمہ، فاضلہ، ماہر کتابت
۲۲۔	لبنی	لغت ونحو کی عالمہ
۲۳۔	فاطمۃ بنت علی بن حسین بن حمزہ	فقہ حنبلی کی ماہرہ، معاصر علماء نے ان سے قراۃ کی اور سند دارمی کی اجازت لی
۲۴۔	رابعہ قسیسہ عدویہ	واعظہ، حسن بصری نے بھی ان سے استفادہ کیا
۲۵۔	سارہ بنت عمر بن عبد العزیز	محدثہ
۲۶۔	ام ایمن حبشیہ	عالمہ، فاضلہ
۲۷۔	شفاء بنت عبداللہ عدویۃ	روایت حدیث کی ماہرہ
۲۸۔	درہ بنت ابی لہب	محدثہ، شاعرہ
۲۹۔	فاطمۃ بنت قیس	عالمہ، فقیہہ
۳۰۔	اسماء بنت ابی بکر	علم طب کی ماہرہ
۳۱۔	فریعہ بنت مالک	محدثہ، مجاہدہ
۳۲۔	سلمی بنت قیس انصاریہ	علم طب کی ماہرہ
۳۳۔	زینب بنت ابی سلمہ	محدثہ، فقیہہ، عالمہ

۳۴۔	ام کلثوم بنت عقبہ امویہ	کاتبہ، قاریہ، روایہ و محدثہ
۳۵۔	صفیۃ بنت عبد المطلب	شاعرہ
۳۶۔	ام سنان اسلمیہ	محدثہ
۳۷۔	ام فضل بنت حارث	محدثہ، راویہ، فقیہہ
۳۸۔	سیدہ شریفہ فاطمہ	یمن، صنعاء و نجران کی والیہ
۳۹۔	شفاء بنت عبداللہ مخزومیہ	حضرت عمر نے انہیں عدالتی ذمہ داری، قضاء الحسبہ (accountability court) اور قضاء السوق (market administration) پر فائز کیا۔
۴۰۔	ام خلیفہ مقتدر	سربراہ محکمہ استناف (appellant court)، بغداد
۴۱۔	سیدہ اروی بنت احمد بن محمد	5ھ کے اواخر میں یمن کی حاکمہ تھیں، 'الملک الاکرم' کی زوجہ
۴۲۔	سیدہ حنیفہ خانون	سلطان صلاح الدین کی بھتیجی 634ھ میں حلب کی والیہ رہیں
۴۳	80 سے زائد خواتین محدثات	ابن عساکر نے ان سے روایت کی(۱)

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الایمان، باب بیان أن الإسلام بدأ غریبا ۷: ۱۴۴، ۱۴۵

۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۸: ۴۵۔۴۸

۶۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲: ۳۳۰

۷۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۵: ۴۱۶، ۴۱۷

←

دفاعی اور جنگی مہمات میں حصہ لینے والی نمایاں خواتین درج ذیل ہیں:

نمبر شمار	نام	وجہ شہرت
۱۔	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	غزوہ احد میں شرکت
۲۔	حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا	غزوہ احد میں شرکت
۳۔	صفیہ بنت عبد المطلب (حضور ﷺ کی پھوپھی)	غزوہ خیبر میں یہودی کو قتل کیا
۴۔	ام الخیر بنت حریش بارقیہ	جنگی اور دفاعی مہمات میں شرکت
۵۔	زرقاء بنت عدی بن قیس ہمزانیہ	جنگی اور دفاعی مہمات میں شرکت
۶۔	عکرمہ بنت الطرش	جنگی اور دفاعی مہمات میں شرکت
۷۔	اُم سنان بنت خیثمہ بن خرشہ مذحجیہ	جنگی اور دفاعی مہمات میں شرکت

۸۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۶: ۱۸۱، ۱۸۲

۹۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۷: ۱۸۹

۱۰۔ ابن عبد البر، الاستیعاب، ۴: ۲۹۱، ۳۳۳، ۴۴۴

۱۱۔ نووی، تہذیب الاسماء و اللغات، ۱: ۱۴۲، ۱۴۳

۱۲۔ ابن اثیر، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ، ۵: ۴، ۴۵۰، ۵۴۰

۱۳۔ ابن کثیر، البدایہ و النہایہ، ۵: ۷۸

۱۴۔ عسقلانی، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، ۴: ۲۹۱، ۳۱۱، ۳۳۳

۱۵۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۱۲: ۴۲۱، ۴۲۸، ۴۷۷

۱۶۔ ملا علی قاری، عمدۃ القاری، ۱: ۲۸

۱۷۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۴: ۲۷۹۔۲۸۱

۸۔	ازرہ بنت حارث بن کلدہ	ایک لشکر کی قیادت اور اہل بیسان سے لڑائی
۹۔	ام عطیہ انصاریہ	رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات غزوات میں شرکت
۱۰۔	امیہ بنت قیس قفاریہ	غزوہ خیبر میں شرکت
۱۱۔	ام حکیم بنت حارث	روم کے خلاف معرکے میں شرکت
۱۲۔	ام ایمن حبشیہ	غزوہ احد، غزوہ خیبر و حنین، سریہ موتہ میں شرکت
۱۳۔	ام سلیم بنت ملحان	غزہ خیبر و حنین میں شرکت
۱۴۔	ام حرام بنت ملحِان	پہلی بحری مجاہدہ
۱۵۔	حمنہ بنت جحش	غزوہ احد میں شرکت
۱۶۔	اسماء بنت عمرو انصاریہ	حدیبیہ و غزوہ خیبر میں شرکت
۱۷۔	ربیع بنت معوذ انصاریہ	غزوہ بدر میں شرکت
۱۸۔	نسیبہ بنت کعب انصاریہ	غزوہ احد، غزوہ بنی قریظہ، حدیبیہ، غزوہ خیبر، غزوہ حنین و یمامہ میں شرکت
۱۹۔	ام سفیان اسلمیہ	غزوہ تبوک میں شرکت (۱)

---

(۱) ۱۔ واقدی، المغازی، ۱: ۲۴۹، ۲۵۰

۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۸: ۴۱۵

۳۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۲: ۲۱۲

۴۔ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء، ۲: ۶۴

۵۔ نووی، تہذیب الاسماء و اللغات، ۱: ۲۱۲

۶۔ بلازری، انساب الاشراف، ۱: ۳۲۶

حاصلِ کلام

مندرجہ بالا مباحث سے یہ اَمر اَلم نشرح ہو جاتا ہے کہ اِسلام نے دیگر اَفرادِ معاشرہ کی طرح خواتین کو بھی عزت، تکریم، وقار اور بنیادی حقوق کی ضمانت دیتے ہوئے ایک ایسی تہذیب کی بنیاد رکھی جہاں ہر فرد معاشرے کا ایک فعال حصہ ہوتا ہے۔ اسلامی معاشرے میں خواتین اِسلام کے عطا کردہ حقوق کی برکات کے سبب سماجی، معاشرتی، سیاسی اور انتظامی میدانوں میں فعال کردار ادا کرتے ہوئے معاشرے کو اِرتقاء کی اَعلیٰ منازل کی طرف گامزن کرنے کا باعث بنتی ہیں۔ قومی اور بین الاقوامی زندگی میں خواتین کے کردار کا مندرجہ بالا تذکرہ اس کی عملی نظیر پیش کرتا ہے۔

مآخذ و مراجع

۱۔ القرآن الحکیم

۲۔ ابن اثیر، ابوالحسن علی بن محمد بن عبد الکریم بن عبد الواحد شیبانی جزری (۵۵۵۔۶۳۰ھ/۱۱۶۰۔۱۲۳۳ء)۔ أسد الغابه فی معرفة الصحابه۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیه۔

۳۔ احمد بن حنبل، ابو عبد اللہ بن محمد (۱۶۴۔۲۴۱ھ/۷۸۰۔۸۵۵ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء۔

۴۔ اندلسی، عمر بن علی بن احمد وادیاشی (۷۲۳۔۸۰۴ھ)۔ تحفة المحتاج الیٰ ادلة المحتاج۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: دار حراء، ۱۴۰۶ھ۔

۵۔ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴۔۲۵۶ھ/۸۱۰۔۸۷۰ء)۔ التاریخ الکبیر۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۶۔ بزار، ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق بصری (۲۱۰۔۲۹۲ھ/۸۲۵۔۹۰۵ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: ۱۴۰۹ھ۔

۷۔ بلاذری، احمد بن یحییٰ بلاذری۔ انساب الاشراف۔ مصر: دار المعارف۔

۸۔ بلاذری، احمد بن یحییٰ بلاذری۔ فتوح البلدان۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۹۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/۹۹۴۔۱۰۶۶ء)۔ دلائل النبوہ۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ،

۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء۔

۱۰۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/۹۹۴۔۱۰۶۶ء)۔ السنن الصغیر۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۲ء۔

۱۱۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/۹۹۴۔۱۰۶۶ء)۔ السنن الکبریٰ۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبہ دار الباز، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء۔

۱۲۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/۹۹۴۔۱۰۶۶ء)۔ شعب الایمان۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۱۳۔ ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی (۲۱۰۔۲۷۹ھ/ ۸۲۵۔۸۹۲ء)۔ الجامع الصحیح۔ بیروت، لبنان: دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۸ء۔

۱۴۔ ابن جارود، ابو محمد عبد اللہ بن علی نیشاپوری (م ۳۰۷ھ)۔ المنتقیٰ۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الکتاب الثقافیہ، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء۔

۱۵۔ ابن جوزی، ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ (۵۱۰۔۵۷۹ھ/ ۱۱۱۶۔۱۲۰۱ء)۔ التحقیق فی الاحادیث الخلاف۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۴ء۔

۱۶۔ ابن جوزی، ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ (۵۱۰۔۵۷۹ھ/ ۱۱۱۶۔۱۲۰۱ء)۔ مناقب امیر المومنین عمر بن خطاب۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۱۷۔ حاکم، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱۔۴۰۵ھ/۹۳۳۔۱۰۱۴ء)۔ المستدرک علی الصحیحین۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ،

۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء۔

۱۸۔ حاکم، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱۔۴۰۵ھ/۹۳۳۔۱۰۱۴ء)۔ **المستدرک علی الصحیحین**۔ مکہ، سعودی عرب: دار الباز للنشر و التوزیع۔

۱۹۔ ابن حبان، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰۔۳۵۴ھ/۸۸۴۔۹۶۵ء)۔ **الثقات**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء۔

۲۰۔ ابن حبان، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰۔۳۵۴ھ/۸۸۴۔۹۶۵ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء۔

۲۱۔ ابن حبان، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰۔۳۵۴ھ/۸۸۴۔۹۶۵ء)۔ **طبقات المحدثین بأصبھان**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء۔

۲۲۔ ابن حزم، قرطبی۔ **حجۃ الوداع**۔ ریاض، سعودی عرب: بیت الافکار الادلۃ للنشر و التوزیع، ۱۹۹۸ء۔

۲۳۔ حسینی، ابراہیم بن محمد (۱۰۵۴۔۱۱۲۰ھ)۔ **البیان و التعریف**۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۱ھ۔

۲۴۔ حمیدی، ابو بکر عبداللہ بن زبیر (م۲۱۹ھ/۸۳۴ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ + قاہرہ، مصر: مکتبۃ المتنبی۔

۲۵۔ ابن خزیمہ، ابو بکر محمد بن اسحاق (۲۲۳۔۳۱۱ھ/۸۳۸۔۹۲۴ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء۔

۲۶۔ خلال، ابو بکر احمد بن محمد بن ہارون بن یزید (۲۳۴۔۳۱۱ھ)۔ **السنۃ**۔ ریاض، سعودی عرب: ۱۴۱۰ھ۔

۲۷۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد ازدی سجستانی (۲۰۲۔

۲۷۵ھ/ ۸۱۷۔۸۸۹ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء۔

۲۸۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد ازدی سجستانی (۲۰۲۔ ۲۷۵ھ/ ۸۱۷۔۸۸۹ء)۔ کتاب المراسیل۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۸ھ۔

۲۹۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد ازدی سجستانی (۲۰۲۔ ۲۷۵ھ/ ۸۱۷۔۸۸۹ء)۔ کتاب المراسیل۔ لاہور، پاکستان: مکتبۃ العلمیہ۔

۳۰۔ دار قطنی، ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن نعمان (۳۰۶۔ ۳۸۵ھ/ ۹۱۸۔۹۹۵ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء۔

۳۱۔ دارمی، ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن (۱۸۱۔۲۵۵ھ/ ۷۹۷۔۸۶۹ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ۔

۳۲۔ دیلمی، ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ بن فناخسرو ہمذانی (۴۴۵۔۵۰۹ھ/ ۱۰۵۳۔۱۱۱۵ء)۔ الفردوس بماثور الخطاب۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۶ء۔

۳۳۔ ابن راہویہ، ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن ابراہیم بن عبد اللہ (۱۶۱۔ ۲۳۷ھ/ ۷۷۸۔۸۵۱ء)۔ المسند۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ الایمان، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۳۴۔ رویانی، ابو بکر محمد بن ہارون (م ۳۰۷ھ)۔ المسند۔ قاہرہ، مصر: مؤسسہ قرطبہ، ۱۴۱۶ھ۔

۳۵۔ زرقانی، ابو عبد اللہ محمد بن عبد الباقی بن یوسف بن احمد بن علوان مصری ازہری مالکی (۱۰۵۵۔۱۱۲۲ھ/ ۱۶۴۵۔۱۷۱۰ء)۔ شرح المواھب اللدنیہ۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۶ء۔

۳۶۔ زرقانی، ابو عبد اللہ محمد بن عبد الباقی بن یوسف بن احمد بن علوان مصری ازہری

مالکی (۱۰۵۵-۱۱۲۲ھ/۱۶۴۵-۱۷۱۰ء)۔ **شرح الموطا**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ۔

۳۷۔ زیلعی، ابو محمد عبداللہ بن یوسف حنفی (م۷۶۲ھ)۔ **نصب الرایۃ لأحادیث الھدایہ**۔ مصر: دارالحدیث، ۱۳۵۷ھ۔

۳۸۔ ابن سعد، ابو عبد اللہ محمد (۱۶۸-۲۳۰ھ/۷۸۴-۸۴۵ء)۔ **الطبقات الکبریٰ**۔ بیروت، لبنان: دار بیروت للطباعہ والنشر، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء۔

۳۹۔ سیوطی، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹-۹۱۱ھ/۱۴۴۵-۱۵۰۵ء)۔ **الدر المنثور فی التفسیر بالماثور**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ۔

۴۰۔ سیوطی، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹-۹۱۱ھ/۱۴۴۵-۱۵۰۵ء)۔ **شرح سنن ابن ماجہ**۔ کراچی، پاکستان: قدیمی کتب خانہ۔

۴۱۔ سیوطی، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹-۹۱۱ھ/۱۴۴۵-۱۵۰۵ء)۔ **الدیباج**۔ الخبر، سعودی عرب: دار ابن عفان، ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء۔

۴۲۔ شافعی، ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان قرشی (۱۵۰-۲۰۴ھ/۷۶۷-۸۱۹ء)۔ **اَلاُمّ**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۳۹۳ھ۔

۴۳۔ شافعی، ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان قرشی (۱۵۰-۲۰۴ھ/۷۶۷-۸۱۹ء)۔ **السنن الماثورہ**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۰۶ھ۔

۴۴۔ شافعی، ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع قرشی (۱۵۰-۲۰۴ھ/۷۶۷-۸۱۹ء)۔ **المسند**۔ بیروت لبنان: دار الکتب العلمیہ

۴۵۔ شمس الحق، ابو طیب محمد عظیم آبادی۔ **عون المعبود شرح سنن ابی داؤد**۔

بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۵ھ۔

۴۶۔ شوکانی، محمد بن علی بن محمد (۱۱۷۳۔۱۲۵۰ھ/۱۷۶۰۔۱۸۳۴ء)۔ **ارشاد الفحول**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء۔

۴۷۔ شوکانی، محمد بن علی بن محمد (۱۱۷۳۔۱۲۵۰ھ/۱۷۶۰۔۱۸۳۴ء)۔ **فتح القدیر**۔ مصر: مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی و اولادہ، ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۴ء۔

۴۸۔ شوکانی، محمد بن علی بن محمد (۱۱۷۳۔۱۲۵۰ھ/۱۷۶۰۔۱۸۳۴ء)۔ **نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء۔

۴۹۔ شہاب، ابوعبداللہ محمد بن سلامہ بن جعفر بن علی بن حکمون بن ابراہیم بن محمد بن مسلم قضاعی (م ۴۵۴ھ/۱۰۶۲ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۶ء۔

۵۰۔ شیبانی، ابوبکر احمد بن عمرو بن ضحاک بن مخلد (۲۰۶۔۲۸۷ھ/۸۲۲۔۹۰۰ء)۔ **الآحاد و المثانی**۔ ریاض، سعودی عرب: دار الرایہ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء۔

۵۱۔ شیبانی، ابوبکر احمد بن عمرو بن ضحاک بن مخلد (۲۰۶۔۲۸۷ھ/۸۲۲۔۹۰۰ء)۔ **الزهد**۔ قاہرہ، مصر: دار الریان للتراث، ۱۴۰۸ھ۔

۵۲۔ شیبانی، ابوعبداللہ محمد بن حسن (۱۲۳۔۱۸۹ھ)۔ **الحجه**۔ بیروت، لبنان: عالم الکتب، ۱۴۰۳ھ۔

۵۳۔ شیبانی، ابوعبداللہ محمد بن حسن (۱۳۲۔۱۸۹ھ)۔ **الحجه**۔ لاہور، پاکستان: دار المعارف نعمانیہ۔

۵۴۔ شیبانی، ابوعبداللہ محمد بن حسن (۱۳۲۔۱۸۹ھ)۔ **المبسوط**۔ کراچی، پاکستان: ادارۃ القرآن و العلوم الاسلامیہ۔

۵۵۔ ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان کوفی (۱۵۹۔۲۳۵ھ/ ۷۷۶۔۸۴۹ء)۔ **المصنف**۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد، ۱۴۰۹ھ۔

۵۶۔ طبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب (۲۶۰۔۳۶۰ھ/۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ **مسند الشامیین**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۴ء۔

۵۷۔ طبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب (۲۶۰۔۳۶۰ھ/۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ **المعجم الاوسط**۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ المعارف، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۵۸۔ طبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب (۲۶۰۔۳۶۰ھ/۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ **المعجم الصغیر**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء۔

۵۹۔ طبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب (۲۶۰۔۳۶۰ھ/۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ **المعجم الکبیر**۔ موصل، عراق: مطبعۃ الزہراء الحدیثۃ۔

۶۰۔ طبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب (۲۶۰۔۳۶۰ھ/۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ **المعجم الکبیر**۔ قاہرہ، مصر: مکتبہ ابن تیمیہ۔

۶۱۔ طبری، ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴۔۳۱۰ھ/ ۸۳۹۔۹۲۳ء)۔ **تاریخ الامم والملوک**۔ بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۷ھ۔

۶۲۔ طبری، ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴۔۳۱۰ھ/ ۸۳۹۔۹۲۳ء)۔ **جامع البیان فی تفسیر القرآن**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء۔

۶۳۔ طیالسی، ابو داؤد سلیمان بن داؤد جارود (۱۳۳۔۲۰۴ھ/ ۷۵۱۔۸۱۹ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ۔

۶۴۔ ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد (۳۶۸۔۴۶۳ھ/ ۹۷۹۔۱۰۷۱ء)۔ **الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب**۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۴۱۲ھ۔

۶۵۔ ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد (۳۶۸۔۴۶۳ھ/ ۹۷۹۔۱۰۷۱ء)۔ **التمہید**۔ مغرب (مراکش): وزات عموم الأوقاف و الشؤون الإسلامیہ، ۱۳۸۷ھ۔

۶۶۔ عبد الرزاق، ابو بکر بن ہمام بن نافع صنعانی (۱۲۶۔۲۱۱ھ/ ۷۴۴۔۸۲۶ء)۔

المصنف۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ۔

۶۷۔ عبد بن حمید، ابو محمد بن نصر کسی (م ۲۴۹ھ/۸۶۳ء)۔ **المسند**۔ قاہرہ، مصر: مکتبۃ السنۃ، ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء۔

۶۸۔ عسقلانی، احمد بن علی بن حجر بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔ ۸۵۲ھ/۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ **الاصابہ فی تمییز الصحابہ**۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء۔

۶۹۔ عسقلانی، احمد بن علی بن حجر بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔ ۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ **تلخیص الحبیر**. مدینہ منورہ، سعودی عرب: ۱۳۸۴ھ/۱۹۶۴ء۔

۷۰۔ عسقلانی، احمد بن علی بن حجر بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔ ۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ **تہذیب التہذیب**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء۔

۷۱۔ عسقلانی، احمد بن علی بن حجر بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔ ۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ **الدرایہ فی تخریج احادیث الهدایہ**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ۔

۷۲۔ عسقلانی، احمد بن علی بن حجر بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔ ۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ **فتح الباری**۔ لاہور، پاکستان: دار نشر الکتب الاسلامیہ، ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء۔

۷۳۔ عسقلانی، احمد بن علی بن حجر بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔ ۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ **ھدی الساری مقدمہ فتح الباری**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۳۷۹ھ۔

۷۴۔ ابوعوانہ، یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم بن زید نیشاپوری (۲۳۰۔۳۱۶ھ/ ۸۴۵۔

۹۲۸ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۹۹۸ء۔

۷۵۔ ابن قدامہ، ابو محمد عبداللہ بن احمد مقدسی (م۶۲۰ھ)۔ **المغنی فی فقه الامام احمد بن حنبل الشیبانی**۔ بیروت، لبنان: دارالفکر، ۱۴۰۵ھ۔

۷۶۔ ابن قدامہ، ابو محمد عبداللہ بن احمد مقدسی (م۶۲۰ھ)۔ **المقنع**۔ المطبعۃ السّلفیہ۔

۷۷۔ قرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن محمد بن یحییٰ بن مفرج اُموی (۲۸۴۔۳۸۰ھ/ ۸۹۷۔۹۹۰ء)۔ **الجامع لاحکام القرآن**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۷۸۔ کاسانی، علاؤ الدین ابو بکر (م ۵۸۷ھ)۔ **بدائع الصنائع**۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۹۸۲ء۔

۷۹۔ کاسانی، علاؤ الدین ابو بکر (م ۵۸۷ھ)۔ **بدائع الصنائع**۔ کراچی، پاکستان: ایچ ایم سعید کمپنی۔

۸۰۔ ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر بن ضوء بن کثیر بن زرع بصروی (۷۰۱۔۷۷۴ھ/۱۳۰۱۔۱۳۷۳ء)۔ **البدایہ و النہایہ**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء۔

۸۱۔ ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر بن ضوء بن کثیر بن زرع بصروی (۷۰۱۔۷۷۴ھ/۱۳۰۱۔۱۳۷۳ء)۔ **تفسیر القرآن العظیم**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔

۸۲۔ کنانی، احمد بن ابی بکر بن اسماعیل (۷۶۲۔۸۴۰ھ)۔ **مصباح الزجاجة فی زوائد ابن ماجه**۔ بیروت، لبنان: دار العربیہ، ۱۴۰۳ھ۔

۸۳۔ مالک، ابن انس بن مالک ﷺ بن ابی عامر بن عمرو بن حارث اصبحی (۹۳۔ ۱۷۹ھ/۷۱۲۔۷۹۵ء)۔ **المدونة الکبریٰ**۔ بیروت، لبنان: دار صادر۔

۸۴۔ مالک، ابن انس بن مالک ﷺ بن ابی عامر بن عمرو بن حارث اصبحی (۹۳۔

۱۷۹ھ/۷۱۲-۷۹۵ء)۔ **المدونة الکبریٰ**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر للطباعہ و النشر والتوزیع، ۱۹۸۰ء۔

۸۵۔ ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (۲۰۹-۲۷۳ھ/۸۲۴-۸۸۷ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء۔

۸۶۔ مبارک پوری، ابو العلاء محمد عبد الرحمٰن بن عبد الرحیم (۱۲۸۳-۱۳۵۳ھ)۔ **تحفة الاحوذی**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۸۷۔ محلی، جلال الدین محمد بن احمد بن محمد بن ابراہیم بن احمد بن ہاشم (۷۹۱-۸۶۴ھ/ ۱۳۸۹-۱۴۵۹ء)۔ + سیوطی۔ **تفسیر الجلالین**۔ کراچی، پاکستان: تاج کمپنی لمیٹڈ۔

۸۸۔ مرغینانی، برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر۔ **الهدایہ**۔ کراچی، پاکستان: محمد علی کارخانہ اسلامی کتب۔

۸۹۔ مزی، ابو الحجاج یوسف بن زکی عبد الرحمٰن بن یوسف بن عبد الملک بن یوسف بن علی (۶۵۴-۷۴۲ھ/۱۲۵۶-۱۳۴۱ء)۔ **تحفة الاشراف بمعرفة الاطراف**۔ ممبئی، بھارت: الدار القیمہ + بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء۔

۹۰۔ مزی، ابو الحجاج یوسف بن زکی عبد الرحمٰن بن یوسف بن عبد الملک بن یوسف بن علی (۶۵۴-۷۴۲ھ/۱۲۵۶-۱۳۴۱ء)۔ **تهذیب الکمال**۔ بیروت، لبنان: مؤسسة الرسالہ، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔

۹۱۔ مقدسی، ابو عبد اللہ بن محمد بن مفلح (۷۱۷-۷۶۲ھ)۔ **الفروع**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۸ھ۔

۹۲۔ مقدسی، محمد بن عبد الواحد بن احمد بن عبد الرحمٰن بن اسماعیل بن منصور سعدی حنبلی (م ۵۶۹-۶۴۳ھ/۱۱۷۳-۱۲۴۵ء)۔ **الاحادیث المختارہ**۔ مکہ مکرمہ، سعودی

عرب: مکتبۃ النہضۃ الحدیثہ، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۹۳۔ مناوی، عبدالرؤف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین (۹۵۲۔۱۰۳۱ھ/ ۱۵۴۵۔۱۶۲۱ء)۔ **فیض القدیر شرح الجامع الصغیر**۔ مصر: مکتبہ تجاریہ کبریٰ، ۱۳۵۶ھ۔

۹۴۔ ابن مندہ، ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن یحییٰ (۳۱۰۔۳۹۵ھ/۹۲۲۔۱۰۰۵ء)۔ **الایمان**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۶ھ۔

۹۵۔ منذری، ابومحمد عبدالعظیم بن عبدالقوی بن عبداللہ بن سلامہ بن سعد (۵۸۱۔ ۶۵۶ھ/ ۱۱۸۵۔ ۱۲۵۸ء)۔ **الترغیب و الترھیب**۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ۔

۹۶۔ نسائی، ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر بن دینار (۲۱۵۔ ۳۰۳ھ/۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۵ء۔

۹۷۔ نسائی، ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر بن دینار (۲۱۵۔۳۰۳ھ/ ۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ **السنن الکبریٰ**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء۔

۹۸۔ ابونعیم، احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی (۳۳۶۔ ۴۳۰ھ/ ۹۴۸۔۱۰۳۸ء)۔ **حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء**۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔

۹۹۔ ابونعیم، احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی (۳۳۶۔ ۴۳۰ھ/ ۹۴۸۔۱۰۳۸ء)۔ **مسند الامام ابی حنیفہ**۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الکوثر، ۱۴۱۵ھ۔

۱۰۰۔ ابونعیم، احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی (۳۳۶۔

۴۳۰ھ/۹۴۸۔۱۰۳۸ء)۔ **المسند المستخرج علی صحیح مسلم.** بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۶ء۔

۱۰۱۔ نووی، ابو زکریا یحییٰ بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام (۶۳۱۔۶۷۷ھ/۱۲۳۳۔۱۲۷۸ء)۔ **تہذیب الاسماء و اللغات۔** بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۱۰۲۔ نووی، ابو زکریا یحییٰ بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام (۶۳۱۔۶۷۷ھ/۱۲۳۳۔۱۲۷۸ء)۔ **شرح صحیح مسلم۔** کراچی، پاکستان: قدیمی کتب خانہ، ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۶ء۔

۱۰۳۔ نووی، ابو عبد المعطی محمد بن عمر بن علی جاوی۔ **نهایة الزین۔** بیروت، لبنان: دار الفکر۔

۱۰۴۔ واسطی، اسلم بن سہل (م۲۹۲ھ)۔ **تاریخ واسط۔** بیروت، لبنان: عالم الکتب، ۱۴۰۶ھ۔

۱۰۵۔ واقدی، محمد بن عمر بن واقد۔ **المغازی۔** بیروت، لبنان: نشر دانش اسلامی، ۱۴۰۵ھ۔

۱۰۶۔ ابن ہشام، ابو محمد عبد الملک حمیری (م۲۱۳ھ/۸۲۸ء)۔ **السیرة النبویه۔** بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۴۱۱ھ۔

۱۰۷۔ ابن ہمام، کمال الدین بن محمد بن عبد الواحد (م ۶۸۱ھ)۔ **فتح القدیر۔** کوئٹہ، پاکستان: مکتبہ رشیدیہ۔

۱۰۸۔ ہندی، علاء الدین علی متقی حسام الدین (م ۹۷۵ھ)۔ **کنز العمال۔** بیروت، لبنان: مؤسسة الرسالہ، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء۔

۱۰۹۔ ہیثمی، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵۔۸۰۷ھ/۱۳۳۵۔۱۴۰۵ء)۔ **مجمع الزوائد۔** قاہرہ، مصر: دار الریان للتراث + بیروت، لبنان:

دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔

۱۱۰۔ ہیثمی، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵۔۸۰۷ھ/ ۱۳۳۵۔ ۱۴۰۵ء)۔ **موارد الظمآن إلیٰ زوائد ابن حبان۔** بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۱۱۱۔ ابو یعلیٰ، احمد بن علی بن مثنی بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال موصلی تمیمی (۲۱۰۔۳۰۷ھ/ ۸۲۵۔۹۱۹ء)۔ **المسند۔** دمشق، شام: دار المأمون للتراث، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء۔

۱۱۲۔ ابو یعلیٰ، احمد بن علی بن مثنی بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال موصلی تمیمی (۲۱۰۔۳۰۷ھ/ ۸۲۵۔۹۱۹ء)۔ **المعجم،** فیصل آباد، پاکستان: ادارۃ العلوم والاثریہ، ۱۴۰۷ھ۔

113. Blackstone, W., *Commentaries on the Laws of England*, Book I.

114. Cecilia Morgan, *An Embarrassingly and Severely Masculine Atmosphere: Women, Gender and the Legal Profession at Osgood Hall*, 1920s-1960s (1996), 11 Canadian Journal of Law and Society 19.

115. Inter-Parliamentary Union (IPU) 1995., *Women in Parliaments 1945-1995*: A World Statistical Survey. Geneva and IPU (Inter-Parliamentary Union). 2003.

116. James Macgregor Burns et al., *Government by the People*, 15th ed. Englewood Cliffs: Prentice Hall, 1993.

117. John M. Blum et al., *The National Experience: A History of the United States*, 8th ed. Ft. Worth: Harcourt, 1993.

118. Kerber, *Women of the Republic: Intellect and Ideology in Revolutionary America*, Chapel Hill: University of North Carolina Press, 1980.

119. Lorna C. Mason et al., *History of the United States*, vol. 1: Beginnings to 1877, Boston: Houghton Mifflin, 1992.

120. Milton C. Cummings and David Wise, *Democracy Under Pressure: An Introduction to the American Political System*, 7th ed. Fort Worth: Harcourt Brace, 1993.

121. Paton, G., *Textbook of Jurisprudence*, 4th ed. OUP, London, 1972, p-392.

122. Richard N. Current et al., *American History: A Survey*, 7th ed. New York: Knopf, 1987.

123. Roger Cotterrell, *The Sociology of Law*, 2nd ed. Butterworths, London, 1992.

124. *UN Report 1980 quoted in Contemporary Political Ideologies*: Roger Eatwell & Anthony Wright, Westview Press, San Francisco, 1993.

125. http://www.calvarychapel.com/library/Reference/Social/DivorceStatistics.htm, 15 March 2002, 0200 PST.

126. http://www.divorcemag.com/statistics/statsworld.shtml, 15 March 2002, 0200 PST.

127. http://www.divorcenter.org/faqs/stats.htm, 15 March 2002,0200 PST.

128. http://www.divorcereform.org/black.html, 15 march 2002,0200 PST.

129. http://www.ifas.org/fw/9607/statistics.html, 15 March 2002, 0200PST.

130. http://www.odh.state.oh.us/Data/whare/mardiv/MGlance.htm, 15 March 2002, 0200 PST.

اِسلام کی آمد سے قبل عورت اَلم ناک صورتِ حال سے دوچار تھی جس سے اسے اِسلام نے آزادی عطا کی۔ یہ اَمر کہ عورت کے حقوق کا تحفظ اِسلام کے عطا کردہ ضابطوں سے ہی ہوسکتا ہے، مغربی معاشرے میں عورت کی حالت کے مشاہدہ سے بھی پایہ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے۔ عورت کے حقوق کے تحفظ کا مفہوم انفرادی، معاشرتی، خاندانی اور عائلی سطح پر عورت کو ایسا تقدس اور احترام فراہم کرنا ہے جس سے معاشرے میں اس کے حقوق کے حقیقی تحفظ کا اظہار بھی ہو۔ اگر ہم حقائق اور اَعداد و شمار کی روشنی میں مغربی معاشرے میں عورت کے حقوق کا جائزہ لیں تو انتہائی مایوس کن صورت حال سامنے آتی ہے۔ جب کہ اسلام کی حقوقِ نسواں کی تاریخ درخشاں روایات کی امین ہے۔ روزِ اول سے اسلام نے عورت کے مذہبی، سماجی، معاشرتی، قانونی، آئینی، سیاسی اور انتظامی کردار کا نہ صرف اعتراف کیا بلکہ اس کے جملہ حقوق کی ضمانت بھی فراہم کی۔ تاہم یہ ایک المیہ ہے کہ آج مغربی اہل علم جب بھی عورت کے حقوق کی تاریخ مرتب کرتے ہیں تو اس باب میں اسلام کی تاریخی خدمات اور بے مثال کردار سے یکسر صرف نظر کرتے ہوئے اسے نظرانداز کردیتے ہیں۔

منہاج القرآن پبلیکیشنز

365-M, Model Town, Lahore- Pakistan
Tel: +92-42-5168514, 111-140-140, Fax: 5168184
Yousaf Market ghazni Street 38 Urdu bazar Lahore Ph: 7237695
www.minhaj.org, e-mail: tehreek@minhaj.org